ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
www.tanzeem.org
36
7 تا 13 ذوالحجہ 1436ھ / 22 تا 28 ستمبر 2015ء

اس شمارے میں

خانہ خالی را دیو می گیرند

قصص الانبیاء میں ہمارے لیے رہنمائی!

داستان عبرت وحسرت

حج کے بعد گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں

کراچی کے سکول میں خودکشی کے اسباب

جنرل حمید گل کا نرم انقلاب

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

قربانی کی حکمت

عیدالاضحٰی کے دن دنیا کے تقریباً ایک ارب مسلمان جب قربانی دیتے ہیں تو اسی نکتہ پر غور کرنا اور اسی حکمت کو ملاحظہ رکھنا ہے کہ ہم اپنے جدامجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت تازہ کر رہے ہیں اور ایک سبق دہراتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سبق ہے۔ہم اور آپ بھی ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایمان کو ہم نے بس یہی سمجھ رکھا ہے کہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے تو مسلمان ہیں، جیسا کہ بیری کا تخم بویا تو بیری نکلے گی، کیکر کا تخم بویا تو کیکر،اسی طرح بس مسلمان کے گھر پیدا ہوئے تو مسلمان ہیں حالانکہ اسلام نام عمل واخلاق کا ہے۔اس کا اپنا ایک معاشرہ ہے، الگ عقائد ہیں۔وہ ایک خاص تہذیب دنیا میں پھیلاتا ہے جس کی بنیاد آخرت اور ایمان باللہ پر ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی سے ہمیں یہ درس دیا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان ومال، عزت وآبرو اور اولاد تک قربان کرنے کے لیے تیار رہیں۔

قربانی کرتے ہوئے ہم صدق دل سے اپنے مولا کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ:

﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o﴾ (الانعام:162)

’’کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔‘‘

قربانی کا سبق یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو ہم اپنا خون بھی راہِ خدا اور اس کے دین کے لیے بہائیں۔

مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

الھدیٰ (673)

ڈاکٹر اسرار احمد

مومنین اور منکرین کے درمیان پردہ

سُورۃ بَنِی اِسْرَاءِیل | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیات:45، 46

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَھُوْہُ وَفِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

آیت ۴۵ ﴿وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَکَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾﴾ ’’اور جب آپؐ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپؐ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے‘ ایک مخفی پردہ حائل کر دیتے ہیں۔‘‘

اس آیت میں ایک دفعہ پھر قرآن کا ذکر آیا ہے۔ یہاں ایک غیر مرئی پردے کا ذکر ہے جو منکرین آخرت اور ہدایت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ ایسے لوگوں کے ہر عمل کا معیار و مقصود صرف اور صرف دنیا کی زندگی ہے۔ وہ نہ تو آخرت کی زندگی کے قائل ہیں اور نہ ہی وہاں کے اجر و ثواب کے بارے میں سنجیدہ۔ دنیا میں وہ ’’بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست‘‘ کے نظریے پر زندگی بسر کر رہے ہیں اور قرآن کو یا ہدایت کی کسی بھی بات کو توجہ سے نہیں سنتے۔ ایسے لوگوں کو ان کے اسی رویے کی بنا پر ہدایت سے مستقلاً محروم کر دیا جاتا ہے اور چونکہ یہ اللہ کا قانون ہے اس لیے آیت زیر نظر میں اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ جب آپ ﷺ انہیں قرآن پڑھ کر سناتے ہیں تو ان کے غیر سنجیدہ رویے کی بنا پر ہم آپ ﷺ کے اور ان کے درمیان ایک غیر مرئی پردہ حائل کر دیتے ہیں۔

آیت ۴۶ ﴿وَّجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَھُوْہُ وَفِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا ۭ﴾ ’’اور ان کے دلوں پر بھی ہم پردے ڈال دیتے ہیں کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں‘ اور ان کے کانوں میں ثقل (پیدا کر دیتے ہیں)۔‘‘

﴿وَاِذَا ذَکَرْتَ رَبَّکَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَہٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾﴾ ’’اور جب آپؐ قرآن میں تنہا اپنے رب ہی کا ذکر کرتے ہیں تو یہ اپنی پیٹھیں موڑ کر چل دیتے ہیں نفرت کے ساتھ۔‘‘

یہ لوگ اپنے تعصب کی وجہ سے اکیلے اللہ کا ذکر بطور معبود برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے ساتھ ساتھ اُن کے معبودوں کا بھی کبھی کبھار ذکر ہوا کرے اور ایسا نہ ہونے کی صورت میں وہ اکیلے اللہ کا ذکر سننے کو تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ بدک کر نفرت کے ساتھ پیٹھ موڑ کر چلے جاتے ہیں۔

فرمان نبویؐ

عیدالاضحیٰ کی قربانی

عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَاھٰذِہِ الْاَضَاحِی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: ((سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ)) قَالُوْا فَمَالَنَا فِیْھَا یَارَسُوْلَ اللّٰہ؟ قَالَ((بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ)) قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ((بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ))

(رواہ احمد وابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) کے بعض اصحابؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور کیا تاریخ ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ’’یہ تمہارے (روحانی اور نسلی) مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔‘‘ ان صحابہؓ نے عرض کیا۔ پھر ہمارے لئے یا رسول اللہ (ﷺ) ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ’’قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔‘‘ انہوں نے عرض کیا: تو کیا اون کا بھی یا رسول اللہ (ﷺ) یہی حساب ہے؟ (بھیڑ‘ دنبہ‘ مینڈھا‘ اونٹ کی کھال پر اُون ہوتا ہے‘ اور ایک ایک جانور کی کھال پر لاکھوں یا کروڑوں بال ہوتے ہیں) آپؐ نے فرمایا: ’’ہاں! اون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔‘‘

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

7 تا 13 ذوالحجہ 1436ھ — جلد 24
22 تا 28 ستمبر 2015ء — شمارہ 36

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محمد خلیق
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خانہ خالی را دیو می گیرند

اگر چہ دہشت گردی کا جن 2004ء میں بوتل سے باہر آ کر بے قابو ہو چکا تھا اور فوجی تنصیبات پر حملوں کے علاوہ عوامی مقامات اور مارکیٹوں میں بہت خون خرابہ ہو چکا تھا لیکن 16 دسمبر 2014ء کو آرمی پبلک سکول پشاور میں بچوں کے بے دردی سے قتل عام نے ملکی صورت حال کو مکمل طور پر بدل دیا۔ عمران خان کنٹینر سے اُتر کر دہشت گردی کے خلاف ہونے والے اجلاس میں نواز شریف کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ سیاسی اور عسکری قیادت سر جوڑ کر بیٹھ گئی اور دہشت گردی جس کے بارے میں کافی حد تک یہ یقین ہو چکا تھا کہ را، این ڈی ایس اور سی آئی اے اس کی پشت پناہی کر رہی ہے، اس کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑنے کا متفقہ طور پر طے کر لیا گیا اور دہشت گردوں کو جلد از جلد اور سخت سزائیں دینے کے لیے فوجی عدالتوں کے قیام کے لیے آئین میں ترمیم کرنے کا بھی فیصلہ کر لیا گیا۔ غلطی اُس وقت یہ ہوئی کہ دہشت گردی کے ساتھ "مذہبی" کا سابقہ لگا دیا گیا جو غیر معقول ہی نہیں انتہائی غیر منصفانہ فیصلہ بھی تھا۔ مذہبی جماعتوں کی طرف سے اس پر ردعمل سامنے آیا لیکن وہ ردّعمل ہرگز اتنا سخت نہیں تھا کہ حکومت اور مقتدر قوتیں اس کا کوئی نوٹس لیتیں۔ مولانا فضل الرحمٰن کے تیور آغاز میں یہ بتا رہے تھے کہ وہ اس پر کوئی بڑا طوفان کھڑا کریں گے۔ اُنہوں نے ملکی سطح پر مذہبی جماعتوں کا بڑا اکٹھ کرنے کا اعلان بھی کر دیا لیکن عملاً چند ایک بیانات داغنے کے سوا اُنہوں نے کوئی عملی قدم نہ اُٹھایا۔ شاید ان کی کچھ مجبوریاں تھیں، ان کے دو وزراء کو بڑی مشکل سے اور بڑے جتن کے بعد محکمے الاٹ ہوئے تھے۔ شاید وہ ان وزارتوں کے حوالہ سے کوئی رسک نہیں لینا چاہتے تھے۔ وہ خود بھی قومی اسمبلی میں کشمیر کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ بہر حال فوج نے اقدام شروع کیا اور شمالی وزیرستان میں آپریشن شروع کر دیا جس پر تمام سیکولر جماعتوں نے واہ واہ کے ڈونگرے برسائے اور حقیقت یہ ہے جس کو تسلیم نہ کرنا ناانصافی ہوگی کہ دہشت گردی کے واقعات میں خاطر خواہ کمی واقع ہوئی جس سے فوج کو عوام میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔ بلوچستان میں بھی علیحدگی پسندوں اور مداخلت کاروں کے خلاف آپریشن ہوا جس سے صورت حال میں کافی بہتری آئی۔

کراچی ایک عرصہ سے دہشت گردوں کے نشانے پر تھا۔ یہاں ایم کیو ایم کے معرضِ وجود میں آتے ہی سیاست کا رنگ اور انداز بالکل بدل گیا تھا۔ بھتہ بطور پروفیشن متعارف ہوا۔ ٹارچر سیل بنائے گئے اور سیاسی مخالفین کی ایذا رسانی شروع ہوئی جس میں ہڈیوں میں سوراخ کرنا بھی شامل تھا۔ اغواء اور بوری بند لاشیں ملنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ صحافیوں کی گردن زنی کا سلسلہ شروع ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا ایم کیو ایم کے در کا غلام بن گیا۔ جو چینل معمولی سی بھی سرتابی کرتا، الطاف حسین کی تقریر نشر کرنے میں رتی بھر غفلت برتتا تو سخت سزا کا مستحق ہو جاتا۔ اس قدر آزادی نے ٹی ٹی پی کو بھی کراچی کی طرف راغب کیا اور وہ بھی الطاف حسین کی چیخ و پکار کے باوجود کراچی میں کسی قدر اپنے پاؤں جمانے شروع ہو گئے۔ سنی تحریک پہلے سے کراچی میں موجود تھی۔ وہ بھی پیچھے نہ رہی اور اس نے بھی بہت سے معاملات میں ایم کیو ایم کی پیروی کرنا شروع کر دی۔ اُن کی بھی بھتہ پرچیوں نے کافی شہرت حاصل کی۔ کراچی کو پاکستان کا تجارتی حب کہا جاتا تھا لیکن ایم کیو ایم جب چاہتی اس حب کی شہ رگ پر پاؤں رکھ دیتی، شٹر ڈاؤن ہو جاتا اور گولیوں کی تڑتڑاہٹ کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی۔ گویا کراچی کے امن کو ان قوتوں خصوصاً ایم کیو ایم نے یرغمال بنا رکھا تھا۔ الطاف حسین اور ان کی

ایم کیوایم شمالی وزیرستان میں فوج کے آپریشن پر بہت خوش تھے اور کراچی اور بعد ازاں ملک بھر کو فوج کے سپرد کرنے مطالبات کرتے رہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ کراچی میں آنے والے ٹی ٹی پی کے لوگوں کے خلاف بھی آپریشن کیا جائے۔ سندھ حکومت بھی قیام امن کے لیے رینجرز کے حضور حاضر ہوگئی۔ لیکن جب کراچی میں رینجرز نے بلاتفریق آپریشن شروع کیا تو ایم کیوایم کی چیخیں نکلنے لگیں، اس لیے کہ مجرموں کی اکثریت کا تعلق ایم کیوایم سے تھا۔ ایم کیوایم کو کراچی میں اپنی قوت پر ناز تھا۔ یہ جماعت سمجھتی تھی کہ کراچی میں کوئی بھی ایم کیوایم پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہیں کرسکتا۔ اس لیے بھی کہ جب 1992ء اور 1995ء میں ایم کیوایم پر ہاتھ ڈالا گیا تو یہ عمل بغیر کسی منصوبہ بندی کے کیا گیا تھا۔ اس سے ایم کیوایم بڑے پُر زور انداز میں واپس آئی تھی اور وہ تمام پولیس کے اہلکار جنہوں نے آپریشن میں حصہ لیا تھا' بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کردیے گئے۔ لیکن اس مرتبہ رینجرز منصوبہ بندی اور سوچ بچار کے بعد آگے بڑھی اور نائن زیرو تک جا پہنچی جو ایم کیوایم کا پینٹا گون ہے۔ سندھ میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ اس نے اپنی سابق حلیف ایم کیوایم کی خاطر مقتدر قوتوں سے بھڑ جانا اپنے لیے غیر مفید سمجھا اور آپریشن پر ایم کیوایم کی چیخ وپکار کو مجرموں کی چیخ وپکار قرار دیا اور آپریشن کی حمایت کی، جس سے دونوں جماعتوں کے تعلقات میں رخنہ پیدا ہوگیا لہٰذا ایم کیوایم نے بھی پیپلز پارٹی کے خلاف شور مچایا کہ اس کے کرپٹ عناصر کے خلاف بھی آپریشن ہونا چاہیے، یہ آپریشن یک طرفہ اور جانبدار ہے۔ مقتدر قوتوں نے جب سندھ حکومت کے معاملات چیک کرنا شروع کیے تو کرپشن کی ایسی ایسی غضب ناک کہانیاں سامنے آئیں کہ بڑے بڑے واقفانِ حال بھی انگلیاں چباتے دیکھے گئے۔ اس پر سابق صدر آصف علی زرداری چیخ اُٹھے اور ہذیانی کیفیت سے دوچار ہوگئے اور فوج کی اینٹ سے اینٹ بجادینے کا اعلان کردیا۔ اپنی اور پاکستان پیپلز پارٹی کی شجاعت اور بہادری کا ذکر کرتے ہوئے پاکستان سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہوئے نظر آئے۔

صدر زرداری کے پاؤں جلے تو انہوں نے مفاہمت کی سیاست ترک کرنے کا اعلان کیا اور نواز شریف پر الزام لگایا کہ وہ ان کی مدد کو نہیں پہنچے۔ لہٰذا انہوں نے شور مچانا شروع کیا کہ عسکری ادارہ اپنے اختیارات سے تجاوز کررہا ہے اور جمہوریت کی شدید خطرہ لاحق ہے۔ سینیٹ کے چیئرمین کہتے ہیں کہ جمہوریت کا جہاز ہچکولے کھا رہا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی یہ واویلا بھی کر رہی ہے کہ کرپشن کے خلاف آپریشن صرف سندھ میں کیوں ہورہا ہے، کیا پنجاب میں سب فرشتے ہیں! لہٰذا تازہ ترین اطلاعات کے مطابق پنجاب میں بھی نیب نے بعض حکومتی ارکان کے خلاف تحقیقات شروع کردی ہیں۔ مسلم لیگ اگرچہ ظاہری طور پر کرپشن کے خلاف آپریشن کی حمایت کرتی نظر آتی ہے لیکن اس کی صفوں میں بھی کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ لہٰذا ایک غیر اعلان شدہ اتحاد وجود میں آتا نظر آرہا ہے یعنی سیاسی جماعتیں متحد ہوکر جمہوریت بچاؤ مہم کی آڑ میں آپریشن کرنے والوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے نظر آرہی ہیں۔ فضا میں اس طرح کے الزامات بھی گردش کررہے ہیں کہ آپریشن کرنے والوں کے اپنے سیاسی عزائم ہیں، وہ اپنی domain سے باہر نکل کر کام کررہے ہیں اور یہ آئین کی خلاف ورزی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں سیاست دان جب انتخابات جیت کر اسمبلی اور سینیٹ میں آجاتا ہے تو وہ اس ریاستِ پاکستان کو اپنی جاگیر سمجھنے لگتا ہے۔ اس کا عمل ظاہر کررہا ہوتا ہے کہ اب مجھے کھلی چھوٹ ہے۔ میں لوٹ مار کروں، اقربا پروری، عوام کے حقوق کو مکمل طور پر نظرانداز کرکے اپنے حلف سے انحراف کروں، مخالفین کی پگڑی اچھالوں، ان کی عزت سے کھیلوں۔ اس جیت نے مجھے مکمل طور پر یہ سب کچھ کرنے کا حق دیا ہے لہٰذا میرے راستے میں کوئی نہ آئے۔ میں عوامی نمائندہ ہوں، میرے اعمال پر کوئی مجھ سے پرسش نہیں کرسکتا۔ یہ جمہوریت کی توہین ہے۔ اس کا نتیجہ وہی کچھ نکلتا ہے جو پاکستان میں نکلا اور پاکستان معاشی، سیاسی، اخلاقی لحاظ سے ہر سطح پر دیوالیہ ہوتا نظر آیا۔ اس پس منظر میں فوج کے حالیہ اقدام جو اس نے جنرل راحیل شریف کے آرمی چیف بننے کے بعد اُٹھائے، عوام انہیں انتہائی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں جس سے سیاست دان خصوصاً حکمران سیاست دان بڑی جلن محسوس کررہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر سیاستدانوں نے اندھا دھند لوٹ مار نہ مچائی ہوتی اور بھتہ خوری، ٹارگٹ کلنگ، بے بہا کرپشن کا وجود نہ ہوتا، عوام کے خون پسینے کی کمائی لوٹ کر باہر کے ممالک نہ پہنچائی ہوتی، آئی ایم ایف کی شرائط قبول کرکے بجلی کے نرخ بڑھائے نہ ہوتے تو کیا فوج کو یہ آپریشن کرنا پڑتا؟ اگر عوام کو ریلیف پہنچایا ہوتا تو جنرل راحیل شریف اس قدر مقبول ہوتے! سیاستدان بار بار یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ خلا ہمیشہ عارضی ہوتا ہے اور کسی نہ کسی کو اس کو بہر حال پُر کرنا ہوتا ہے۔ کراچی کی سڑکوں پر جنرل کیانی کے پوسٹر اور بینر تو نہ لگے لیکن جنرل راحیل شریف کے جگہ جگہ لگ گئے۔ سمجھنے کی ضرورت ہے آخر کیوں؟ اس لیے کہ کراچی کے عوام کو مدتوں بعد امن نصیب ہوا۔ بھتہ خوری سے جان چھوٹی۔ ٹارگٹ کلنگ میں بہت کمی آئی۔ بوری بند لاشیں ملنا بند ہوگئیں۔ تاجر جو خوف سے شٹر ڈاؤن کردیتے تھے انہوں نے ہڑتال کی اپیل ناکام بنادی۔ کاش، اے کاش یہ سب کچھ سیاستدان کرتے کہ یہ ان کا فرض تھا۔ فوج کا کام سرحدوں پر ہوتا ہے۔ وہ صرف ہنگامی صورت حال میں شہر کا رُخ کرسکتی ہے مثلاً سیلاب، زلزلہ وغیرہ۔ جب کرپشن کا سیلاب آئے گا، جب لوٹ مار معیشت کو ایسے تباہ و برباد کردے گی جیسے زلزلہ عمارتوں کو تباہ و برباد کرتا ہے تو کسی کو تو آگے آنا پڑے گا۔ سیاستدانوں نے خود فوج کو اس میدان میں گھسیٹا ہے جو کسی طرح بھی ایک اچھی علامت نہیں ہے۔ فوج کا کسی بھی صورت یہ کام نہیں ہے، لیکن فارسی کی کہاوت ہے ''خانہ خالی را دیو می گیرند'' یعنی گھر خالی پڑا ہو تو دیو اور جن اس پر قبضہ کرلیتے ہیں۔ آخر میں فوج کو بھی یہ صاف صاف بتا دینے کی ضرورت ہے کہ صفائی کرنے کا وہی اخلاقی حق رکھتا ہے جو خود صاف ستھرا ہو۔ لہٰذا فوج اپنے گھر پر بھی نظر ڈالے اور کسی فوجی کے دامن پر داغ نظر آتا ہے تو اُس کے خلاف بھی بلاامتیاز عہدہ و رتبہ ایکشن ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں قوت کے استعمال کے ساتھ خرابی کی جڑ کو دور کرنا چاہیے۔ اور اس نکتہ پر باریک بینی سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ موجودہ نظام کی اصلاح ممکن ہے یا اس بوسیدہ گھروندے کو زمین بوس کرکے کوئی نیا نظام جو فطرت کے تقاضوں کے عین مطابق ہو اور اجتماعی عدل فراہم کرسکتا ہو اُسے اپنانے کی ضرورت ہے۔

سورۃ الحاقہ میں انذارِ آخرت کا چونکا دینے والا انداز......اور

قصص الانبیاء میں ہمارے لیے رہنمائی!

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 11 ستمبر 2015ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

تذکیر بالقرآن کے سلسلے میں آج ہم سورۃ الحاقہ کے پہلے رکوع کا مطالعہ کریں گے۔ یہ مکی سورت ہے اور ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا نام ’’الحاقہ‘‘ اس کی پہلی ہی آیت سے ماخوذ ہے۔ گویا اسی پہلے لفظ کو ہی اس کی علامت اور پہچان بنا دیا گیا۔ قرآن مجید کی سورتوں کے نام علامتی یعنی پہچان کے لیے ہیں۔ ہر سورت اپنی جگہ حکمت اور معرفت کا ایک عظیم خزانہ ہے اور ہر سورت کے لیے الگ عنوان معین کرنا بڑا مشکل ہے۔ سورۃ البقرۃ ڈھائی پاروں پر محیط طویل سورت ہے۔ اس کے اندر دین کے ہر گوشے سے متعلق کسی نہ کسی انداز سے راہنمائی موجود ہے۔ اب اس کو کیا عنوان دیں، یہ ایک مشکل کام ہے۔ لہٰذا سورتوں کے عنوان صرف پہچان کے لیے ہیں۔

زیر مطالعہ سورت کے پس منظر میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جو مسند احمد میں مذکور ہے۔ حضرت عمرؓ بیان کر رہے ہیں کہ ایمان لانے سے قبل ایک دن وہ اپنے گھر سے رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے کے لیے نکلے۔ بیت اللہ پہنچ کر دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ بھی پیچھے جا کے کھڑے ہو گئے۔ نماز میں اللہ کے رسول ﷺ سورۃ الحاقہ کی تلاوت کر رہے تھے اور اس وقت تلاوت بلند آواز کے ساتھ ہوتی تھی تا کہ کوئی دوسرا بھی سنے، اور پسندیدہ بھی یہی ہے۔ مثلاً کوئی شخص اگر تہجد یا نفل نماز اپنے گھر میں پڑھ رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اتنی آواز سے پڑھے کہ کم از کم اس کو خود وہ تلاوت سنائی دے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی معمول تھا کہ وہ تہجد میں قرآن کی با آواز بلند تلاوت کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے تلاوت سنی تو اس کلام کا مجھ پر بہت اثر ہوا اور میں نے اس اثر کو ٹالنے کے لیے کہا کہ یہ تو کسی شاعر کا کلام معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ہی میرے دل میں یہ بات آئی تو اس وقت رسول اللہ ﷺ یہ آیت تلاوت فرما رہے ہیں: ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ﴾ ’’یہ قول ہے ایک رسول کریم کا۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے‘‘۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے فوراً سوچا کہ پھر یہ کسی کاہن کا کلام ہوگا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ﴾

مرتب: حافظ محمد زاہد

’’اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا کلام ہے‘‘۔ چنانچہ جیسے جیسے ان کے دل میں سوال آتا رہا ویسے ویسے ان کو جواب ملتا رہا۔ بہرحال وہ سورۃ الحاقہ کی تلاوت سن کر بہت گہرا اثر لے کر وہاں سے گئے۔

اس واقعہ سے بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ بالکل ابتدائی مکی دور کی سورت ہے اور ان سورتوں کا اصل مضمون انذار آخرت اور اثبات رسالت ہے۔ خاص طور پر زیر مطالعہ سورت میں لوگوں کو جھنجوڑنے اور جگانے کے لیے قیامت کا ذکر بہت قوت اور شدت سے کیا گیا ہے۔ ابتدائی 12 آیات میں قیامت کے اٹل اور شدنی ہونے اور رسولوں کے انکار کے نتیجے میں قوموں کے اوپر عذاب ہلاکت کا بیان ہے۔ قرآن مجید نے اُن چھ قوموں کا ذکر بار بار کیا ہے جن سے اہل عرب واقف بھی تھے اور جن کے انکار آخرت اور انکار رسالت کے سبب اُن پر عذاب آیا۔

قرآن مجید ہمہ جہت کلام ہے اور اس سورت میں انذار آخرت کا انداز چونکا دینے والا ہے:

﴿اَلْحَاۗقَّةُ ۝ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۗقَّةُ ۝﴾

’’وہ حق ہو جانے والی! کیا ہے وہ حق ہو جانے والی؟ اور تم نے کیا سمجھا کہ وہ حق ہونے والی کیا ہے؟‘‘

ان آیات کا انداز ایک طرف چونکا دینے والا ہے تو دوسری طرف اس کلام کے اندر ایک عظمت کا پہلو بھی ہے کہ انسان کا دل خود بخود جھکتا ہے اور انسان مرعوب بھی ہو جاتا ہے کہ یہ کسی بڑی ہستی کا کلام ہے۔ چنانچہ جب لوگوں نے ان آیات کو سنا تو ایک دفعہ وہ ہل گئے اور سوچنے پر مجبور ہوئے کہ کیا عظمت والا اور کیسا چونکا دینے والا کلام ہے۔ بقول مولانا حالی:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی!

ان آیات سے مراد یہ ہے کہ قیامت بالکل یقینی ہے جس کا تم انکار کر رہے ہو۔ منکرین قیامت کا کہنا یہ تھا کہ ایک انسان ہمارے سامنے مرتا ہے اور اس کے اجزاء بھی مٹی میں تحلیل ہو جاتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہو جائے۔ وہ ڈھٹائی کے عالم میں کہتے تھے کہ اگر واقعی اللہ اس پر قادر ہے تو ہمارے آباء واجداد کو دوبارہ زندہ کر کے ہمارے سامنے لاؤ تو پھر ہم مانیں گے۔

آیت 4 سے اب اُن چھ اقوام کا تذکرہ ہو رہا ہے جن پر انکار کی وجہ سے عذاب آیا اور وہ قومیں نیست و نابود ہو گئیں۔ اہل ایمان کے علاوہ ان کا ایک فرد تک نہ بچا۔

آیت 4 سے آیت 8 تک قوم ثمود اور قوم عاد کا تذکرہ

ہے۔ فرمایا:
﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ ۢ بِالْقَارِعَةِ ④ فَاَمَّا ثَمُوْدُ
فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ⑤ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ
صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ⑥ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ
وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا
صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ⑦ فَهَلْ
تَرٰى لَهُمْ مِّنْ ۢ بَاقِيَةٍ ⑧﴾

”جھٹلایا تھا ثمود نے بھی اور عاد نے بھی اس کھڑ کھڑا دینے والی کو۔ پس ثمود تو ہلاک کر دیے گئے ایک حد سے بڑھ جانے والی آفت سے۔ اور عاد ہلاک کر دیے گئے ایک جھکڑ والی تیز آندھی سے۔ اللہ نے مسلط کر دیا اسے اُن پر مسلسل سات راتوں اور آٹھ دنوں تک‘ ان کی بیخ کنی کے لیے‘ تو تم دیکھتے ان لوگوں کو کہ وہاں ایسے پچھڑے پڑے ہیں جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں تو کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو باقی بچا ہوا؟“

آیت 4 میں قیامت کے لیے القارعہ کا لفظ آیا ہے اور قارعہ ایسی زوردار آواز کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے ٹکراؤ سے پیدا ہو۔ اسی اسلوب میں ایک مختصر سورت القارعہ بھی ہے، جس میں فرمایا:﴿اَلْقَارِعَةُ ① مَا الْقَارِعَةُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ③﴾۔

قرآن مجید کے اس مقام پر چھ اقوام میں سے سب سے پہلے قوم ثمود اور پھر قوم عاد کا تذکرہ کیا گیا ہے حالانکہ قوم ثمود ترتیب زمانی کے اعتبار سے پہلے نہیں‘ تیسرے نمبر پر ہے۔ دراصل ابتدائی دور کی مکی سورتوں میں ان چھ اقوام کا ذکر مختصراً ہے، جبکہ بعد میں نازل ہونے والی طویل مکی سورتوں‘ مثلاً سورۃ الاعراف اور سورۃ ہود میں ان کا ذکر تفصیل سے ہے اور زمانی ترتیب کے مطابق ہے۔ ترتیب میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد قوم عاد کا نمبر ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے۔ تیسرے نمبر پر قوم ثمود اُبھری جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے۔ چوتھے نمبر پر قوم لوط ہے جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا۔ قوم لوط صدوم اور عامورہ کی بستیوں میں آباد تھی اور بحیرۂ مردار کے پاس ان کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں۔ پانچویں نمبر پر حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر آتا ہے جو مدین کی طرف بھیجے گئے تھے اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے جنہیں فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ سورۃ الاعراف اور سورۃ ہود میں ان اقوام کا ذکر زمانی ترتیب کے عین مطابق ہے‘ جبکہ زیر مطالعہ سورت میں چھ میں سے پانچ کا ذکر ہے بہت اختصار کے ساتھ اور ترتیب کے بغیر۔

قرآن مجید جب تاریخی حالات و واقعات کا ذکر کرتا ہے تو اس کے اندر بھی بڑی وضاحت کا معاملہ ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں ایک عیسائی محقق کا مضمون پڑھا۔ اس کا کہنا تھا کہ مصریوں نے اپنی تاریخ کو بہت اہمیت دی ہے، اس کی حفاظت کی ہے اور اس کو مرتب کیا ہے لیکن ہمیں حیرت ہوئی کہ مصریوں نے اپنی تاریخ میں حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا۔ ساتھ ہی اس نے ایک بات اور کہی کہ تورات میں حضرت یوسف علیہ السلام کے تذکرہ میں آیا ہے کہ اس وقت مصر میں فرعون کی حکومت تھی‘ لیکن قرآن جب حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے تو وہاں فرعون کا ذکر نہیں ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ہماری تحقیق بھی قرآن کے مطابق ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر میں Hyksos kings کا دور تھا۔ ان کا تعلق عرب دنیا سے تھا اور یہ ”چرواہے بادشاہ“ کہلاتے تھے۔ عیسائی محقق کا کہنا ہے کہ تورات محفوظ نہیں ہے‘ جبکہ قرآن نہ صرف محفوظ ہے بلکہ تاریخ کی اتنی باریکیوں کو بھی اس نے ملحوظ رکھا ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن واقعی اللہ کا کلام ہے۔ اسی بنیاد پر وہ مسلمان ہو گیا۔

پریس ریلیز 18 ستمبر 2015ء

مسجد میں نمازیوں کو شہید کرنے والے دہشت گرد اسلام اور انسانیت کے دشمن ہیں

اگر ہم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنا دیتے تو دہشت گردی اور لاقانونیت کبھی نہ پنپ سکتی

حافظ عاکف سعید

مسجد میں نمازیوں کو شہید کرنے والے دہشت گرد اسلام اور انسانیت کے دشمن ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ مسجد میں داخل ہو کر نمازیوں کو شہید کرنے والوں کا اسلام اور انسانیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایسے لوگ انسانیت کے نام پر دھبہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں امن اور سلامتی دشمنوں کو گوارا نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بچے کھچے دہشت گرد ایسی بزدلانہ کارروائیوں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ داعش کا نظام خلافت کے قیام کا دعویٰ انتہائی مشکوک ہے۔ داعش کی تنظیم مسلمانوں کے قتل عام میں تو کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتی لیکن اسرائیل اور یہودیوں کے خلاف اُسے زبان کھولنے کی بھی توفیق نہیں ہو رہی۔ اُنہوں نے کہا کہ امریکہ اس وقت دنیا میں شیطان کے ایجنٹ کا رول ادا کر رہا ہے۔ امریکہ کے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ شام میں امریکہ بشارالاسد اور اہل سنت کو باہم لڑوا رہا ہے اور دونوں طرف سے مسلمانوں کی خون کی ندیاں بہہ رہی ہیں۔ شام کی قریباً آدھی آبادی یا قتل کر دی گئی ہے یا وہ وہاں سے ہجرت کر گئی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ دوسری طرف یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں احیائے اسلام کی تحریکیں بھی برپا ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کے مطابق شام سے ہی ایسی اسلامی قوت جنم لے گی جو گلوبل سطح پر عالم اسلام کا جھنڈا لہرا دے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کے عوام اور حکمران اللہ اور رسول سے بے وفائی کی سزا بھگت رہے ہیں۔ اگر ہم پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنا دیتے تو دہشت گردی اور لاقانونیت کبھی نہ پنپ سکتی۔ اللہ ہمیں صراط مستقیم پر گامزن کرے اور اس راہ میں استقامت عطا فرمائے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

آگے آیات 9 اور 10 میں قوم فرعون اور قوم لوط کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾﴾

’’اور (اسی طرح) فرعون اور اس سے پہلے والوں نے اور الٹ دی جانے والی بستیوں (کے باسیوں) نے بھی خطا کاری کی روش اختیار کی تھی۔ تو انہوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسولوں کی تو اللہ نے ان کو اپنی سخت گرفت میں دبوچ لیا۔‘‘

الٹائی جانے والی بستیوں سے مراد قوم لوط ہے جو ترتیب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے ہے۔ بہرحال قوم فرعون اور قوم لوط نے انکار کیا تو اللہ نے ان کو بھی آنے والی دنیا کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔

آیت 11 اور 12 میں قوم نوح کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ سیلاب کا عذاب قوم نوح پر ہی آیا تھا:

﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾﴾

’’جب (سیلاب نوح علیہ السلام کا) پانی طغیانی پر آیا تھا تو ہم نے تمہیں سوار کرا لیا تھا کشتی پر۔ تاکہ ہم اس کو تمہارے لیے ایک یاددہانی بنا دیں اور وہ کان جو حفاظت کرنے والے ہیں اس کو پوری حفاظت سے یاد رکھیں۔‘‘

ترتیب میں حضرت نوح علیہ السلام پہلے نمبر پر ہیں' لیکن یہاں سب سے آخر میں ان کا تذکرہ ہے۔ گویا اس مقام پر قرآن مجید نے ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا' جبکہ باقی مقامات سے ترتیب واضح ہو جاتی ہے۔

ان واقعات کو بیان کرنے کا اصل مقصد قریش کو جھنجوڑنا ہے کہ یہ وہ قومیں ہیں جن کو تم جانتے ہو اور ان کے انجام سے بھی تم واقف ہو۔ انہوں نے آخرت کا انکار کیا تھا تو انہیں اللہ کے عذاب نے پکڑ لیا اور تم بھی آخرت کا انکار کر رہے ہو' لہٰذا اپنے انجام کی فکر کرو۔

قصص الانبیاء کے بعد اب آخرت اور قیامت کی ہولناکیوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔ فرمایا:

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾﴾

’’تو جب صور میں پھونکا جائے گا یکبارگی۔ اور جب زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر ایک ہی بار میں پاش پاش کر دیا جائے گا۔‘‘

یعنی ایک ہی آواز سے ذی روح اور غیر ذی روح' سب کے سب ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے پوری زمین ایک چٹیل میدان بن جائے گی۔ میدانِ حشر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہی سے محشر اٹھے گا اور یہی سے یوم حساب ہوگا۔ اگلی آیت میں فرمایا:

﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾﴾

’’تو اُس روز وہ واقعہ رونما ہو جائے گا۔ اور آسمان پھٹ جائے گا تو وہ اُس دن بہت بودا سا ہو جائے گا۔‘‘

اس واقعہ کو سورت کے شروع میں ’’الحاقۃ‘‘ کہا گیا ہے اور حاقہ کا لفظ حق سے ہے یعنی جو سب سے بڑی حقیقت ہے اور وہ حقیقت تمہارے سامنے آ کر رہے گی' تم جتنا مرضی چاہو انکار کرو۔

آیت 17 میں قیامت کے وقت کا ذکر ہو رہا ہے جب ہمیں دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا۔ اُس وقت کیفیت کیا ہوگی' اِس وقت ہم اس کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکتے' البتہ اُس وقت سمجھ میں آ جائے گا کہ ان الفاظ کا مصداق کیا تھا۔ فرمایا:

﴿وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾﴾

’’اور فرشتے ہوں گے اس کے کناروں پر۔ اور اُس دن تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے آٹھ فرشتے۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور پھر حساب کتاب کا معاملہ ہوگا اس وقت فرشتے ہمیں آسمان کے کناروں پر پھیلے ہوئے نظر آ رہے ہوں گے۔ آٹھ غیر معمولی فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ قرآن مجید کے ان الفاظ پر یقین رکھنا ہمارے ایمان کی ایک لازمی شرط ہے۔ چنانچہ ہم ان الفاظ پر من وعن ایمان لائیں گے' لیکن اس کی اصل نوعیت قیامت کے دن ہی ہمارے سامنے آئے گی۔ یہ آیت متشابہات میں سے ہے اور اس وقت اس کی کوئی خاص تاویل کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے' لیکن اتنا ضرور ہے کہ جو کچھ اس میں کہا گیا ہے وہ حق ہے۔ قیامت کا ذکر قرآن مجید میں بے شمار مقامات پر ہے' لیکن ’’اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں‘‘ کے مصداق ہر مقام پر انداز اور الفاظ کا چناؤ مختلف ہے۔ یہ بھی قرآن کی فصاحت و بلاغت کا اعجاز ہے۔

آیت 18 میں بتایا جا رہا ہے کہ اس دن سارے راز کھول دیے جائیں گے۔ زمین بھی اپنا سارا کچھ نکال باہر کرے گی اور لوگوں کے سینوں کے راز بھی اُگلوا دیے جائیں گے اور کوئی شے مخفی نہیں رہے گی۔ فرمایا:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾﴾

’’اُس دن تمہاری پیشی ہوگی' تمہاری کوئی مخفی سے مخفی بات بھی چھپی نہیں رہے گی۔‘‘

آئندہ آیات میں پھر وہی مضمون آ رہا ہے جو تقریباً ان تمام سورتوں میں آیا ہے کہ کون جنت میں جائے گا اور کون کامیاب قرار پائے گا۔ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مانے' تقویٰ کی زندگی گزارے اور اس خیال کے تحت زندگی گزارے کہ ایک دن مجھے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے' یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب انسان کو آخرت یاد ہوگی تو اسے یہ بھی خیال آئے گا کہ اللہ کی عدالت میں پیشی ہونی ہے اور وہاں میرے اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔ لہٰذا وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گزارے گا۔ آج ہم سب آخرت کو مانتے ہیں' لیکن اللہ کی عدالت میں کھڑے ہونے کی یاد کس کو رہتی ہے' یہ بالکل الگ ہی مسئلہ ہے' ایسے لوگ تو لاکھوں میں چند ایک ہی ہوتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ! بہرحال آیات 19 تا 24 میں کامیاب ہونے والوں کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾﴾

’’تو وہ شخص جس کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا اس کے داہنے ہاتھ میں تو وہ کہے گا: آؤ آؤ! دیکھو میرا اعمال نامہ!‘‘

یہ انسان کی نفسیات ہے کہ جب اسے خوشی ملتی ہے تو وہ چاہتا ہے کہ دوسروں کو بھی معلوم ہو کہ مجھ پر یہ انعام ہوا ہے۔ بچے کی نفسیات بھی یہی ہے (اور ہم تو اللہ کے مقابلے میں بچے سے بھی کم تر ہیں) کہ اچھا رزلٹ آئے گا تو وہ ایک ایک کو آگے بڑھ کر دکھائے گا۔ چنانچہ خوشی کے عالم میں وہ کہیں گے کہ آؤ دیکھو میرا اعمال نامہ!

جن لوگوں کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ تھما دیا گیا ان کی صفت یہ ہے کہ:

﴿اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾﴾

’’(وہ کہے گا:) مجھے یقین تھا کہ مجھے اپنے حساب سے دوچار ہونا ہے۔‘‘

یعنی یہ وہ لوگ تھے جنہیں اس دنیا میں رہتے ہوئے حساب کتاب یاد تھا اور انہوں نے اس کے مطابق اپنی زندگی گزاری۔ ان کے لیے تو اب عیش ہی عیش ہے۔ فرمایا:

﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾﴾

''پس وہ پسندیدہ زندگی بسر کرے گا، بڑے ہی بلند باغ میں۔''

اس من پسند عیش و آرام کی تفصیلات قرآن مجید کے کئی مقامات پر آئی ہیں۔ جنت کی اصل نعمتوں تک تو انسان کی سوچ اور فکر کی رسائی تک نہیں ہے۔ یہ تو صرف ابتدائی مہمانی کا تذکرہ ہے جس کو سن کر انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾﴾

''اس کے خوشے جھکے ہوئے ہوں گے۔ (کہہ دیا جائے گا) کھاؤ اور پیو رچتا پچتا ان اعمال کے صلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں کیے۔''

ان آیات میں صرف ایک منظر کشی ہی نہیں ہے۔ بلکہ الفاظ کا چناؤ' اس کا حسن اور اس کی ترکیب ایسی ہے کہ یہ عربوں کو گھائل کر دیتی تھی اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے تھے کہ یہ انسانی کلام نہیں ہو سکتا۔ یہاں فرمایا کہ وہاں کے پھل انسان کی ہر وقت رسائی میں ہوں گے اور یہ کسی اتفاق اور قرعہ اندازی کا نتیجہ نہیں ہے' بلکہ یہ تمہارے اعمال کا بدلہ اور انعام ہے جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔

قرآن پاک کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس میں اہل جنت کے فوراً بعد مقابلہ کے طور پر اہل جہنم کا ذکر آتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہے اور آئندہ آیات میں اہل جہنم کا تذکرہ ہے۔ فرمایا:

﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾﴾

''اور جس شخص کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ گیا ہوتا۔ اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے! اے کاش کہ وہی موت قصہ پاک کر دینے والی ہوتی!''

اب جو بھی حسرت کے انداز ہو سکتے ہیں' وہ اس شخص کے اندر آئیں گے اور پھر وہ حسرت بھرے انداز میں کہے گا:

﴿مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾﴾

''میرا مال و اسباب کچھ بھی میرے کام نہ آیا۔ میرا اقتدار بھی مجھ سے چھن گیا۔''

مجھے اپنے مال پر بہت بھروسا تھا' لیکن وہ میرے کسی کام نہ آ سکا۔ دنیا کے اندر میری بڑی حکومت بھی رہی ہے' لیکن آج یہ سب کچھ مجھ سے چھن گیا اور اب میں بالکل بے بس اور لاچار ہو گیا ہوں۔

پھر اللہ کی طرف سے حکم آئے گا کہ ان تمام لوگوں کو پکڑو جنہوں نے اللہ سے بغاوت کی ہے، اللہ کے دشمنوں کے ساتھ پینگیں بڑھائی ہیں' اللہ کے سب سے بڑے دشمن شیطان کی تہذیب کو اختیار کیا ہے اور اس کے نظام کو تقویت دی ہے۔ فرمایا:

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿٣٢﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿٣٤﴾﴾

''پکڑو اسے اور اس کی گردن میں طوق ڈال دو! پھر اسے جہنم کے اندر جھونک دو! پھر ایک زنجیر میں اس کو باندھ دو جس کا طول ستر گز ہے۔ یہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا جو عظمت والا ہے۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔''

حقوق دو قسم کے ہوتے ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ اللہ کا حق یہ ہے کہ ہم اعتراف کریں کہ وہ ہمارا خالق و مالک ہے' ہم اس کے بندے ہیں' اور پھر اس کی بندگی میں زندگی گزاریں۔ بندوں کے بھی آپس میں کچھ حقوق ہوتے ہیں جن کی ادائیگی لازم ہے۔ لیکن اکثر دنیادار لوگوں کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں طرف ان کا خانہ خالی ہوتا ہے۔ دل کے بھی سخت ہوتے ہیں اور مال و دولت سے بھی محبت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ کسی غریب' مسکین اور بے بس انسان کو دیکھ کر ان کا دل پسیجتا نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کا انجام یہ ہے کہ:

﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿٣٥﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿٣٧﴾﴾

''تو اس کے لیے یہاں کوئی گرم جوش دوست نہیں ہے۔ اور نہ ہی کچھ کھانے کو ہے سوائے زخموں کے دھوون کے۔ نہیں کھائیں گے اس کو مگر وہی جو خطاکار تھے۔''

اتنا بدترین انجام ہے کہ انسان سوچ کر ہی کانپ اُٹھتا ہے اور یہ عذاب اس لیے نہیں ہے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ ظالم ہے' بلکہ یہ تو اسی کا نتیجہ ہے جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجام بد سے بچائے اور اقوام سابقہ کے انجام سے عبرت حاصل کرتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''قرآن اکیڈمی سعید کالونی نمبر 2 فیصل آباد'' میں

مدرسین ریفریشر کورس

9 تا 11 اکتوبر 2015ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0321-9620418
041-2624290 ,2420490

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

داستانِ عبرت وحسرت

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پوری دنیا کو اسلاموفوبیا کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ لندن سے آنے والی خبر بتا رہی ہے کہ سال بھر میں مسلمانوں کے خلاف پُرتشدد جرائم میں 70 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ اس سلسلے کی سال بھر میں 816 وارداتیں ہوئی ہیں۔ بیشتر مسلمان خواتین نشانہ بنی ہیں۔ ہمیں عدم برداشت کے طعنے دے دے کر حقیر کرنے والے، رواداری اور برداشت پر صفحے کالے کرنے اور سیمینار منعقد کرنے والے کیا فرماتے ہیں بیچ اس مسئلے کے؟ عورت برہنگی پر اتر آئے تو برداشت کرو، رواداری برتو، حقوق نسواں ہتھیلی کا پھوڑا ہے کچھ نہ کہو! تاہم یہی عورت ڈھانپ لے، اوڑھ لپیٹ لے تو آگ بگولا ہونا برحق ہے۔ نقاب نوچ لینا، جرمنی میں جنونی کے ہاتھوں مصری مروہ شربینی کا قتل، فرانس میں نقاب پر اڑھائی تین سو یورو کا جرمانہ عائد کرنے پر حقوق نسواں کے علمبرداروں کے ماتھے پر بل نہیں آتا۔ جرمنی میں مسلمانوں، مساجد، اسلامی مراکز پر حملے ہو رہے ہیں۔ 6 ماہ میں 23 حملے ہوئے ہیں۔ جرمن میڈیا کو بھی اس کا ذمہ دار ٹھہرایا جا رہا ہے۔ 2001ء سے شروع ہونے والی یہ جنگ اسلام کے خلاف تھی اور ہنوز جاری ہے۔ یہ دجالی جنگ (نبی ﷺ کے فرمودات کے عین مطابق) ہر ملک میں اتری ہے۔ بیشتر مسلمان ممالک نے (پاکستان کے فرنٹ لائن اتحادی ہونے کی طرح) آگے بڑھ کر اس میں کفر کو اشتراک، تعاون اور اڈے فراہم کیے ہیں۔ پوری دنیا میں مسلمانوں کا ناطقہ بند کیا جا رہا ہے۔

پاکستان میں بھی مدارس، علماء نشانے پر ہیں۔ انہیں حکومت اور اس کے شراکت کاروں کے سامنے لائن حاضر کیا گیا ہے۔ بظاہر معاملات افہام وتفہیم سے چلائے جانے کی بات ہے۔ تاہم حکومتیں چونکہ ڈنڈا بندوق بردار ہوتی ہیں اس لیے فہم کا استعمال تمام تر فریق ثانی کے ذمے ہے۔ یوں بھی جو فہیم ہوگا وہی سوچنے سمجھنے کا ذمہ دار بھی ہو گا۔ اب یہاں ابوبکرؓ و عمرؓ تو ہیں نہیں کہ حکمرانی حاصل ہونے کے باوجود کمزور کے آگے شانے جھکانے بچھانے والے ہوں اور جابر وظالم کے سر پر کوڑا برسانے والے۔ ہم تو اکبر الٰہ آبادی کے بعد کے دور کی پیداوار ہیں۔ غلامی میں طاق، سو ہمارا چلن تو یہی ہے:

اپنے بھائی کے مقابل کبر سے تن جایئے
غیر کا ہو سامنا تو بس قلی بن جایئے!

ایسے ماحول اور پس منظر میں دھرنا فیم عمران خان کی رگ ایمانی نجانے کیسے پھڑک اٹھی۔ کہنے لگے عجب مجذوبیت کے عالم میں: ہم خیبر پختونخوا کی حکومت تو چھوڑ سکتے ہیں لیکن جہاد بارے قرآنی آیات کو نکالنے پر سودے بازی نہیں کر سکتے! سوشل میڈیا پر خبر خوب گرم رہی۔ عمران خان نے شاید اپنے بیان کے نتائج وعواقب پر غور نہیں کیا۔ ان کا سالوں میں بنا سافٹ امیج (نرم تاثر) جو جمائما خان سے بنا، دھرنوں کے مخلوط ماحول اور موسیقی سے سجا اور ریحام خان سے پختہ تر (یا کہیے نرم ترین امیج) ہوا اس بیان سے کرچی کرچی ہوگیا ہے! خان کے اندر سے ایک جنرل بخت خان یا فقیر ایپی بول اٹھا!

قرآن کی جو آیات نصابوں میں تھیں اور بحکم گورا سرکار حکومتیں نکالنے کے درپے ہوئیں، وہ کیا تھیں؟ مسئلہ تو یہ ہے کہ گورے نے ''اپنے دشمن کو پہچانیے'' کے تحت قرآن خوب پڑھ رکھا ہے۔ ادھر گوری سرکار کے اہتمام کے تحت برسرِ اقتدار طبقہ، پارلیمنٹ میں الا ماشاءاللہ قرآن سے مکمل نابلد خواتین وحضرات پائے جاتے ہیں۔ چالیس سیپارہ فیم وزیر تعلیم کسے یاد نہیں۔ مختصر ترین اور اہم ترین سورۃ الاخلاص تک نہ سنا پانے والے، سورۃ العصر اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی کوشش میں ناکام ہو جانے کی کہانیاں انہی کی تو ہیں۔ وہ کیا جانیں کہ سورۃ الانفال، توبہ، احزاب، الممتحنہ کے مضامین کیا ہیں۔ 2001ء کے فرمائشی پروگراموں میں جو آیا سو کیا۔ چوراہوں پر سے میزائل اتار دیے۔ غلاموں کا کیا کام میزائلوں، ایٹمی پروگرام، عبدالقدیر خان سے؟ فوج گرچہ ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ کا موٹو رکھتی تھی لیکن پرویز مشرف کی فرمانبرداری، وفاشعاری، مساجد شکنی کی وجہ سے گورا خاموش رہا۔

اب جو ان سورتوں کے موضوعات مضامین ہیں وہ دیکھیے۔ الانفال تو اموال غنیمت ہیں، جہاد فی سبیل اللہ سے حاصل ہونے والا پاکیزہ ترین مال ہے جو مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں لا لا کر ڈھیر کیا جاتا رہا۔ جس سے ایران اور روم کی سلطنتیں مٹ گئیں اور مسلمان سپر پاور بن کر تین براعظموں پر حکمران رہے۔ اسی سورۃ سے آپ کا ایٹمی پروگرام نتھی ہے۔ کفر کے مقابل ہتھیار، اسلحے کی فراہمی کی تاکید مسلمان کو ہوتی ہے! ہم نے تو کالجوں میں نوجوانوں کو جو این سی سی کے تحت بندوق چلانے کی مسکین سی تربیت دی جاتی تھی وہ بھی مشرفی حکم کے تحت ختم کر دی۔ سورۃ الانفال کیا پڑھائیں گے! ہاتھوں میں کرکٹ کے بلے تھمائیے۔ کھیلو گے کودو گے ہوگے نواب اور بھارتی حسیناؤں سے کرو گے شادی کم اہم موٹو تو نہیں!

سورۃ التوبہ سے تو ان کی مزید توبہ! ساری سورۃ میں دو باتیں رب تعالیٰ کے شاہانہ جلال کے ساتھ آرہی ہیں۔ غزوۂ تبوک۔ روم کے خلاف نبی ﷺ اور صحابہؓ کا اقدامی (offensive) جہاد۔ اس حق وباطل کے معرکے سے، جہاد سے جان چرانے والے منافقین پر شدید ناراضگی۔ بھلا 21ویں صدی کی دجالی گھن گرج میں مسکین، فوڈ سٹریٹ، کیٹ واک، ایان علی برانڈ پاکستان یہ پڑھے گا؟

سورۃ الاحزاب تو گویا جہاد افغانستان پر رواں تبصرہ ہے۔ کفر کا گروہ در گروہ مدینہ پر ٹوٹ پڑنا، اندر سے منافقین کی سازشیں اور اہلِ ایمان کی شدید ترین آزمائش۔ کفر اور منافقین کے پروپیگنڈے کی جنگ کے مناظر! سورۃ الممتحنہ میں دوستی اور دشمنی کے احکام پڑھائے گئے۔ کفر کے لیے ابراہیم علیہ السلام کی مثال دے کر دوٹوک اسوۂ مسلمانی طے کر دیا۔ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت (دشمنی) ہوگئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ (آیت 4) ہم تو ابراہیمیؑ حوالے سے صرف بکرے ذبح کرنے، دم پخت، باربی کیو، بریانی، تمنجن کے مرنجاں مرنج اسلام کی دنیا میں رہنے والے لوگ ہیں۔ قرآن مردوں پر پڑھتے ہیں۔ امتحان گاہ سے نکل کر اللہ کے پاس واپس جانے والے کو احکام سناتے ہیں۔ مثلاً: نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، چور کا ہاتھ کاٹ دو، شراب جوئے کی حرمت۔ پیش رو اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تفریح کا سامان بنا لیا ہے انہیں اور دوسرے کافروں کو اپنا دوست اور رفیق نہ بناؤ۔ اور یہ کہ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ

قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔۔۔ ظالم ہیں۔۔۔ فاسق ہیں۔

ایسی آیات جیتے جی کیسے پڑھیں، پڑھائیں؟ چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس! سو شیر کو ہم نے انتخابی نشان بنایا۔ شاہین کی جگہ مسرت شاہین نے لے لی جے یو آئی کے بالمقابل۔ مفتی کفایت اللہ کو جیل ڈال دیا۔ اللہ اللہ خیر سلا! ہمارے نصاب اگر یہ پڑھانے لگ گئے تو قومی خزانے میں ڈالر کہاں سے آئیں گے؟ علامہ اقبال اور محمد علی جناح بھی کچھ ایسی ہی باتیں کرتے رہے۔ شکر ہے چلے گئے اور ہم نے بھی مزاروں پر گارڈ بٹھادی۔ ورنہ ٹیلی ویژن پر بیٹھے معافیاں مانگ رہے ہوتے نظریہ پاکستان جیسی جذباتی باتیں کرنے پر۔ ذرا دیکھیے کیا کہہ گئے:

''مسلمان ہونے کی حیثیت سے انگریز کی غلامی کے بند توڑنا اور اس کے اقتدار کا خاتمہ کرنا ہمارا فرض ہے اور اس آزادی سے ہمارا مقصد صرف یہی نہیں کہ ہم آزاد ہو جائیں بلکہ ہمارا اول مقصد یہ ہے کہ اسلام قائم رہے اور مسلمان طاقتور بن جائے۔ اس لیے مسلمان کسی ایسی حکومت کے قیام میں مددگار نہیں ہوسکتا جس کی بنیادیں انہی اصولوں پر استوار ہوں جن پر انگریزی حکومت قائم ہے۔ ایک باطل کو مٹا کر دوسرے باطل کو قائم کرنا چہ معنی دارد؟ ہم تو چاہتے ہیں کہ ہندوستان کلیتاً نہیں تو بڑی حد تک دارالاسلام بن جائے۔ لیکن اگر آزادیٔ ہند کا یہ نتیجہ ہو کہ جیسا دارالکفر ہے ویسا ہی رہے یا اس سے بھی بدترین ہو جائے تو مسلمان ایسی آزادی پر ہزار مرتبہ لعنت بھیجتا ہے۔ ایسی آزادی کی راہ میں لکھنا یا بولنا، روپیہ صرف کرنا، لاٹھیاں کھانا، جیل جانا، گولی کا نشانہ بننا سب کچھ حرام ہے اور میں قطعی حرام سمجھتا ہوں۔''
(مضامین اقبال۔ جغرافیائی حدود اور مسلمان)

بانیٔ پاکستان بھی ایسی ہی باتیں کرتے دنیا سے گئے۔ ان کا گیارہ ستمبر ہمیں 9/11 نے بھلا دیا۔ وہ تو کہہ گئے: ''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک ٹکڑا زمین حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں'' (اسلامیہ کالج میں خطاب۔ جنوری 1948ء)۔ اسلام کے اصول آزمانے ممکن نہ تھے سو اہل اسلام آزمائے جا رہے ہیں!

داستانِ عبرت و حسرت تو ہے بے حد طویل
میں نے لکھ ڈالی ہے کر کے مختصر ''اخبار میں''

☆☆☆

مُبارک ہو تم کو

مولانا محمد زکی کیفی

یہ حج و زیارت مُبارک ہو تم کو — متاعِ سعادت مُبارک ہو تم کو
ہو ہر سَمت انوار، ہر سُو تجلّی — وہ نورِ ہدایت مُبارک ہو تم کو
وہ احرام میں مست و سرشار رہنا — غموں سے فراغت مُبارک ہو تم کو
اذانِ سَحر کا حَرم میں وہ منظر — وہ کیفِ سَماعت مُبارک ہو تم کو
مُبارک ہوں وہ ملتزم پر دُعائیں — وہ ذوقِ عبادت مُبارک ہو تم کو
وہ میزابِ رحمت کے نیچے نمازیں — بشوقِ اطاعت مُبارک ہو تم کو
مُبارک ہوں وہ سنگِ اَسود کے بوسے — لبوں کی حلاوت مُبارک ہو تم کو
وہ رُکنِ یمانی پہ ہر دم، تجلّی — وہ آثارِ رحمت مُبارک ہو تم کو
وہ پی پی کے زم زم سیراب ہونا — وہ کوثر کی لذّت مُبارک ہو تم کو
منیٰ میں رمی کا وہ پُرکیف منظر — وہ جلووں کی کثرت مُبارک ہو تم کو
وہ عرفات میں خیمہ زن ہو کے رہنا — بزُہد و قناعت مُبارک ہو تم کو
مدینہ کی گلیوں کا دیدار کرنا — وہ دنیا کی جنت مُبارک ہو تم کو
قبا و بقیع و اُحد کی زیارت — بحُسنِ ارادت مُبارک ہو تم کو
وہ فیضانِ انوار روضہ کے باہر — وہ لطف و عنایت مُبارک ہو تم کو
مواجہ میں آ کر جلا دل کو دینا — وہ جلوت میں خلوت مُبارک ہو تم کو
نِکل پڑنا آنسو وہ ذکرِ نبیؐ پر — یہ دل کی نزاکت مُبارک ہو تم کو
وہ روضہ کی جالی پر سر رکھ کر رونا — دُعائے شفاعت مُبارک ہو تم کو

دُعا ہے یہ کیفی کے قلبِ حزیں کی
یہ حج و زیارت مُبارک ہو تم کو

حج کے بعد گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں

مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی

جو حضرات حج کا فریضہ ادا کر لیتے ہیں تو ان کے بارے میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''جو شخص حج کرے اور اس میں نہ تو فحش باتیں کرے، نہ گناہ کرے وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر واپس ہو گا جیسے آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔'' (متفق علیہ)

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس آدمی نے حج کی عبادت سے فراغت حاصل کی اور اس میں ممنوع باتیں نہ کیں حتیٰ کہ اس نے اپنی بیوی سے بھی حالت احرام میں فحش باتیں نہیں کیں اور ایسا کوئی عمل بھی نہیں کیا جس کو فسق یعنی گناہ کبیرہ کہا جائے گا تو گناہوں سے ایسا پاک ہو کر لوٹتا ہے جیسا اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ جو حضرات حج سے واپس آئے ہیں، میں ان کو مبارک پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حج مبارک کرے اور قبول فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو گناہوں سے پاک کر دیا ہے تو اب اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے آپ کو گناہوں سے بہت زیادہ بچانے کا اہتمام کریں۔ آدمی جب نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہنتا ہے تو اسے طبعی طور پر یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرے کپڑے میلے نہیں ہونے چاہئیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حج کرنے والوں کو گناہوں سے پاک کر کے واپس بھیجا ہے تو ان کو پہلے سے زیادہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اس لیے وہ اپنی آنکھوں کو، اپنے کانوں کو، اپنی زبانوں کو، اپنے دل کو، اپنے ہاتھوں کو اور اپنے پاؤں کو گویا اپنے پورے سراپا کو گناہوں سے بچانے کا اہتمام کریں۔

گناہوں کی معافی کا طریقہ

آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ گناہوں سے بالکل پاک رہنا تو نبی یا فرشتہ کا کام ہوتا ہے کیونکہ نبی یا فرشتے معصوم ہوتے ہیں اور انسان سے تو کچھ نہ کچھ گناہ ہوتے ہی رہتے ہیں۔ خوب سمجھ لیجیے جو گناہ ہو جائیں ان کی معافی کا راستہ بھی کھلا ہوا ہے اور وہ یہ کہ جب بھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ و استغفار کر لو۔ آدمی اگر خلوص نیت سے توبہ و استغفار کر لے تو وہ گناہ معاف ہو جائیں گے اور پھر وہ آدمی ایسا ہو جاتا ہے کہ جس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ اس کا گناہ تھا ہی نہیں۔'' (مشکوٰۃ)

گناہ انسان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں

اگر آپ گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کا راستہ قرآن کریم نے یہ بتلایا ہے کہ ''اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور سچوں کے ساتھ رہو۔'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو'' اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹے گناہوں سے بھی بچو اور بڑے گناہوں سے بھی بچو۔

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ گناہوں سے بچنا تو مشکل کام ہے۔ بازار میں نکلتے ہیں تو نامحرم عورتیں نظر آتی ہیں اور آنکھ بہک جاتی ہے، جب موسیقی سنائی دیتی ہے تو اس سے لذت اور مزہ آنے لگتا ہے اور کان بہک جاتے ہیں، کبھی زبان سے ناجائز کلمات ادا ہو جاتے ہیں، کبھی ہاتھ کسی نامحرم کو چھو دیتا ہے، کبھی دل کا گناہ ہو جاتا ہے تو گناہ طرح طرح کے ہیں۔ سارا ماحول گناہ آلود ہے۔ گناہ انسان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ گناہوں میں کشش ہے۔

گناہوں سے بچنے کا آسان طریقہ

قرآن کریم کا ایک خاص انداز ہے، جب وہ کوئی ایسا حکم دیتا ہے کہ جس پر عمل کرنا بظاہر مشکل ہو تو اس کے ساتھ آگے یا پیچھے ایک حکم اور دے دیتا ہے جس سے پہلے کام کو کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اسی لیے آگے فرمایا: وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ''اور سچوں کے ساتھ رہو۔'' تم کو گناہوں سے بچنا بڑا مشکل معلوم ہو رہا ہے تو ہم آسانی کا راستہ بتا دیتے ہیں کہ سچوں کے ساتھ رہو۔ ایسے لوگوں کے ساتھ رہو جو عقیدے کے بھی سچے ہیں، زبان کے بھی سچے ہیں، دل کے بھی سچے ہیں اور عمل کے بھی سچے ہیں یعنی تقویٰ والے اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔ اگر نیک لوگوں کے ساتھ جڑے رہو گے تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

جو لوگ حج سے واپس آئے ہیں اب ان کو اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا ہے اور گناہوں سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ دین دار لوگوں سے اپنا جوڑ قائم کرو۔ ایسے بزرگ جو تربیت یافتہ اور دین کا علم رکھنے والے ہوں، ان سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرو اگر وہ مجاز بیعت ہیں تو ان سے بیعت ہو جاؤ، یہ بہت اچھا ہے۔ اگر بیعت نہیں ہو رہے تو ان سے اپنا اصلاحی تعلق تو ضرور قائم کرو۔ ان کے پاس آتے جاتے رہا کرو، ان کی زیادہ سے زیادہ صحبت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ جب ان سے ملتے رہو گے تو رفتہ رفتہ دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہونے لگے گی اور نیکیوں کی طرف رغبت پیدا ہونے لگے گی۔

ایک روشن مثال

تجربہ شاہد ہے کہ اگر آپ کسی سفر میں جا رہے ہوں اور آپ کے ساتھ جتنے بھی لوگ ہیں، ان میں سے کوئی بھی نمازی نہیں ہے تو آپ دیکھ لیجیے گا کہ آپ کے لیے وضو کرنا، نماز پڑھنا اور سمت قبلہ معلوم کرنا کتنا مشکل کام ہو گا۔ اس کے برخلاف اگر آپ کے ہم سفر سارے کے سارے نمازی ہیں، وہ گناہوں سے بچنے والے ہیں تو آپ کے لیے وضو کرنا بھی آسان، نماز پڑھنا بھی آسان اور سمت قبلہ معلوم کرنا بھی آسان ہو جائے گا کیونکہ وہ سب کے سب ایک دوسرے کے ساتھ نیک کاموں میں تعاون کرنے والے ہوں گے۔ آپ کے لیے ان کے ساتھ رہ کر گناہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ جب آپ ایسے لوگوں کے ساتھ رہیں گے تو گناہ کرنا بھی چاہیں گے تو نہیں کر سکیں گے کیونکہ نیک لوگوں کے ساتھ رہ کر نیکیاں کرنا آسان ہو جاتی ہیں اور گناہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے جبکہ برے لوگوں کے ساتھ رہ کر نیکیاں کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور گناہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو قرآن کریم نے یہ نسخہ بتا دیا کہ اگر گناہوں سے بچنا ہے تو اس کا آسان راستہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ والوں سے جوڑ کر رکھو، اس طرح گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ (صفحہ 17 پر)

کراچی کے سکول میں خودکشی کے اسباب

09 ستمبر 2015ء کو منعقدہ نشست کی تلخیصی رپورٹ

☆ پروفیسر طلحہ علی: وزیٹنگ پروفیسر، نیشنل کالج آف آرٹس لاہور
☆ ایوب بیگ مرزا: ناظم نشرواشاعت، تنظیم اسلامی

میزبان: آصف حمید

سوال: کراچی میں ایک نوجوان نے کلاس روم میں اپنی کلاس فیلو کو گولی مارنے کے بعد خودکشی کر لی۔ اس واقعے کے بارے میں بتایئے۔

ایوب بیگ مرزا: یہ سانحہ پٹیل پارہ کے ایک پرائیوٹ سکول میں وقوع پزیر ہوا۔ ایک سولہ سالہ لڑکے نوروز نے پہلے اپنی کلاس فیلو فاطمہ بشیر کو گولی ماری اور پھر بعد میں اپنے آپ کو گولی مار کر خودکشی کر لی۔ دونوں موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ ان دونوں نے ایک روز پہلے اپنے والدین کو خط لکھا جس میں یہ انکشاف کیا کہ ہم کل خودکشی کر رہے ہیں۔ لڑکے نے اپنے والدین کو لکھا کہ اگرچہ یہ بات آپ کو اچھی نہیں لگے گی لیکن میری مجبوری ہے، فاطمہ بشیر میری محبت ہے جس سے میں الگ نہیں رہ سکتا، لہٰذا میں اور وہ دونوں اکٹھے اس دنیا کو چھوڑ رہے ہیں۔ لڑکی نے اپنے خط میں والد سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجھے آپ سے بہت محبت ہے اور میرے لیے یہ تصور بہت جاں کاہ ہے کہ میں آپ کو چھوڑ رہی ہوں لیکن مجھے نوروز سے شدید محبت ہے اور میں اس سے الگ رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے والی ہے کہ خط میں یہ لکھا گیا کہ آپ ہماری قبریں ایک ہی جگہ پر بنا دیں، اور ہمیں اُمید ہے کہ ہم ''اگلے جنم'' میں اکٹھے ہوں گے۔ یہ اگلے جنم کا تصور کہاں سے آیا، اس کے بارے میں جب انوسٹی گیشن ہوئی تو ان کے ساتھی طلبہ و طالبات نے بتایا کہ وہ دونوں ہندوستان کی ایک فلم سے بہت متاثر تھے، جس میں یہ منظر دکھایا گیا تھا کہ سکول کے ایک لڑکے نے اپنی کلاس فیلو کو ہلاک کیا اور پھر خودکشی کر لی۔ چنانچہ انہوں نے اس فلمائے ہوئے ڈرامے کو حقیقی زندگی میں اپنا لیا۔ پستول لڑکی کے والد کا تھا، جو وہ اپنے سکول کے بیگ میں چھپا کر لائی تھی۔ 9 ایم ایم کے اس پستول کا لائسنس بنا ہوا تھا۔ لڑکی نے سکول آ کر یہ پستول لڑکے کے حوالے کر دیا۔ اس واقعے میں سب سے عجیب بات یہ ہے کہ موت کو قبول کرتے وقت کسی جانب سے کسی قسم کی کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ ایسا ہوتا ہے کہ آپ خودکشی کا فیصلہ تو کر لیتے ہیں لیکن جب آپ کسی دوسرے کو اختیار دیتے ہیں کہ تم مجھے مار دو تو عین موقع پر اپنی جبلت کے تحت انسان کا ذہن بدلتا ہے اور وہ کوئی مزاحمت کر جاتا ہے۔ اس موقع پر نہ تو لڑکی چیخی اور لڑکے کو روکنے کی کوشش کی، اور نہ ہی لڑکے نے اپنی جان لینے میں کوئی تامل کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ فلمی سین ان کے ذہن پر پوری طرح چھا چکا تھا اور وہ اس معاملے میں دیوانگی کی حد تک آگے جا چکے تھے۔ واقعے کی تحقیقات میں اس فلم کا ذکر بار بار آیا ہے۔

مرتب: محمد خلیق

سوال: اس واقعہ کو میڈیا نے کس اینگل سے لیا جبکہ اُسے کس اینگل سے لینا چاہیے تھا؟

پروفیسر طلحہ علی: یہ نیوز کے طور پر آیا۔ اس کی اصل وجوہات یا اس کے پس منظر پر کوئی زیادہ بات نہیں ہوئی۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم بچوں کی کیسی تربیت کر رہے ہیں۔ بچے ایسے قدم اس وقت اُٹھاتے ہیں جب کمیونیکیشن بریک ڈاؤن ہوتا ہے، جب بچے کو لگتا ہے کہ اب اس کی بات چیت والدین سے یا کسی اور سے ختم ہو چکی ہے۔ جب کوئی اُمید نہ رہے تو اس طرح کی مایوسی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس حوالے سے تجزیے کی ضرورت ہے۔

ایوب بیگ مرزا: میڈیا نے اس کو محض ایک خبر کے طور پر دیا، لیکن ہمارے میڈیا کا جو عمومی طرزِ عمل ہے کہ اس طرح کے واقعات کو رگڑا جاتا ہے، اس کا مکمل تعاقب کیا جاتا ہے، بار بار دوہرایا جاتا ہے تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میڈیا جن لوگوں اور جس مائنڈ سیٹ کو پروجیکٹ کرتا ہے، اس کے مطابق یہ کوئی سانحہ نہیں تھا۔ جن کے میڈیا سے مفادوابستہ ہیں، جو میڈیا کے ذریعے بہت کچھ پھیلانا چاہتے ہیں، انہیں یہ سانحہ سوٹ نہیں کرتا تھا۔

سوال: کیا میڈیا کو احساس ہوا کہ ہماری ہی پھیلائی ہوئی شرانگیزیوں کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ٹیلی ویژن پر اشتہارات، خاص طور پر موبائل کے اشتہارات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ انہیں باپ اور بیٹی اکٹھے بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتے، بلکہ شاید یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ میاں بیوی بھی اکٹھے بیٹھ کر نہیں دیکھ سکتے۔ ایسے اشتہارات سے ایک نوجوان کیا اخذ کرے گا! لہٰذا میڈیا کا اس واقعے کو اچھالنا ان کے اپنے کمرشل نقطۂ نظر سے مضر تھا۔ اگر یہ واقعہ کسی دینی مدرسے میں ہو جاتا تو اسے نہایت بھیانک اور خوف ناک انداز میں اچھالا جاتا۔ مدرسہ میں اسلحہ گیا کیوں؟ کیسے گیا؟ کتنے دہشت گرد تھے وہاں؟ کس سہولت کار نے وہاں پہنچایا؟ استادوں میں کتنے لوگ ہیں جن کا تعلق کالعدم تنظیموں سے ہے؟ ایک طوفان کھڑا ہو جاتا۔ اب تو این جی اوز نے بھی اس پر کوئی اظہارِ افسوس نہیں کیا۔

سوال: جہاں اسلام کو بدنام کرنا ہوتا ہے، این جی اوز مختلف جگہوں پر موم بتیاں لے کر کھڑی ہو جاتی ہیں۔ اس موقع پر کہاں چلی گئی تھیں؟

پروفیسر طلحہ علی: جہاں اسلام کی بدنامی والی بات ہو تو اس کی زیادہ تشہیر ہوتی ہے۔ یہ تو ایک انٹرنیشنل کیمپین ہے۔ گلوبل فورسز کے لیے واحد مسئلہ اسلام ہی ہے۔ اس کو ہمیں isolate نہیں کرنا چاہیے کہ صرف پاکستان کے اندر کچھ لوگ ہیں۔ میڈیا نے اگرچہ اس واقعے

> میڈیا نے اس واقعے کو محض ایک خبر کے طور پر دیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے نزدیک یہ کوئی سانحہ نہیں تھا۔

کو زیادہ analyze نہیں کیا لیکن ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ وہ کون سا خاندانی نظام تھا جس کے collapse کر جانے کی وجہ سے یہ سانحہ ہوا۔

سوال: روشن خیال این جی اوز کا اس موقع پر نہ نکلنا ایک

بڑا سوالیہ نشان ہے۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ صرف اور صرف اسلام کے خلاف ہیں؟

پروفیسر طلحہ علی: ہمارے تعلیمی اداروں میں زیادہ creative سوچ کی عادت نہیں ہے۔ اسلام کے خلاف ایجنڈا تو باہر سے مل جاتا ہے۔ گلوبل فورسز بتا دیتی ہیں کہ فلاں کا تعلق دہشت گردی سے ہے' اور ہم طوطے کی طرح وہ دہرانا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن جس مسئلے میں کوئی انٹرنیشنل گروپ ہمیں trigger نہ کرے تو ہماری اپنی کوئی سوچ نہیں ہوتی۔ این جی اوز کا بات نہ کرنا بھی intentional اس لیے نہیں ہے کہ ان کو اس کے لیے کوئی فنڈنگ ہے ہی نہیں۔

سوال: اس واقعہ کی وجوہات کیا ہو سکتی ہیں؟

پروفیسر طلحہ علی: میں اصل میں خود بھی ''کو ایجوکیشن'' میں پڑھا ہوں۔ جب تک اپنی ویلیوز کے حوالے

> **روشن خیال این جی اوز کا اس موقع پر نہ نکلنا ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔**

سے کلیریٹی آف مائنڈ اور تربیت ٹھیک نہیں ہوگی' آج کل کے حالات میں ایسے مواقع ضرور ملیں گے جہاں کوئی غلط فیصلہ کر لیا جائے۔ اس واقعے کو بہت زیادہ بنیادی لیول پہ جا کر دیکھنا چاہیے کہ ایسا کون سا مائنڈ سیٹ ہے یا تربیت اور تعلیم کے کیا مسائل ہیں کہ بچے نے ایسا کیا۔

سوال: کیا دین نے بھی یہی کہا ہے کہ بس ویلیوز متعین کرو' باقی سب خیریت ہے؟

پروفیسر طلحہ علی: ایک ہے آئیڈیل صورت حال' کہ اگر یہ سب کچھ میسر ہو جائے تو بچہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ میں اس کو practically دیکھ رہا ہوں۔ اگر ایک بچہ پاکستان میں نہیں بھی ہے لیکن اس کی تربیت اچھی ہے' اس کو دین کا علم ہے' اس کی عزت نفس قائم ہے' اور والدین اس کے ساتھ کمیونیکیشن رکھیں تو پھر وہ میڈیا کے onslaught میں بھی بچ جائے گا۔ سب سے پہلی چیز اولاد کی تربیت اور تعلیم ہے۔

سوال: تربیت جتنی اہم ہے' اتنی ہی آج کل کم ہے۔ آج کی مائیں بھی کیبل کو دیکھ کر بڑی ہو رہی ہیں۔ مخلوط تعلیم یا مخلوط معاشرت بھی تو ایک بڑی وجہ ہے اس واقعہ کی؟

ایوب بیگ مرزا: میں اس واقعے کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک ہے کسی غیر شادی شدہ مرد اور غیر شادی شدہ عورت کا آپس میں کوئی جنسی تعلق قائم ہو جانا' اور ایک ہے اس سے آگے بڑھ کر اس قسم کا خونی واقعہ ہو جانا۔ کسی عورت کے کسی مرد سے تعلق قائم ہو جانے کی وجوہات میں ماحول' مائنڈ سیٹ' میڈیا اور سب سے بڑھ کر ''کو ایجوکیشن'' شامل ہیں۔ یہ سب کچھ ہم سے بہت زیادہ یورپ اور امریکہ میں ہوتا ہے لیکن وہاں ایسا شاذ ہی ہوتا ہے کہ اس بنا پر دونوں ایک دوسرے کو قتل کر دیں۔ اس کی وجہ ہمارے معاشرے کا تضاد ہے۔ یہاں ایک طرف تو تمام چیزیں دکھائی جا رہی ہیں' اس کے لیے مواقع بھی فراہم کیے جا رہے ہیں جبکہ دوسری طرف قومی' دینی' معاشرتی حدود و قیود بھی ہیں۔ چاہتے سب یہی ہیں کہ بہت ماڈرن نظر آئیں' لیکن یہ ہرگز نہیں چاہیں گے کہ ان کی بچی کا اس طرح کا کوئی تعلق ہو۔ ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق' لندن میں سکول کی آخری کلاس کی تمام لڑکیاں pregnant لیکن کنواری ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہاں مخلوط تعلیم' ماحول' میڈیا کی وجہ سے لڑکی اور لڑکا قریب تو چلے جاتے ہیں لیکن معاشرہ بیچ میں دیوار بن کر حائل ہو جاتا ہے۔ اس تضاد کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ خودکشی کا فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ بڑا خطرناک تضاد ہے۔

اب آیئے اس بات کی طرف کہ ایسا کیوں ہوتا ہے! اس کی وجہ اسلام کے ساتھ ہمارا صحیح تعلق نہ ہونا ہے۔ اسے دین فطرت اس لیے کہا جاتا ہے کہ انسانی فطرت کے تقاضوں کو سب سے زیادہ صرف اسلام ہی ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔ شرعی قانون یہ نہیں ہے کہ زنا نہ کرو' بلکہ یہ ہے کہ زنا کے قریب مت جاؤ۔ لہٰذا یہ زنا کے قریب جانے کے مواقع ہیں جو اس طرح کی صورت حال کا سبب بنتے ہیں۔

سوال: اس حکم میں اچھی تربیت ہونے یا نہ ہونے کی کوئی تفریق نہیں ہے بلکہ یہ across the board نافذ ہوگا۔

پروفیسر طلحہ علی: اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت اور مرد کا ایک دوسرے کے قریب آنا آگ اور تیل کا معاملہ ہے' لیکن ایک ہے کہ آئیڈیلی کیا ہونا چاہیے' اور ایک ہے کہ اب کیا ہے۔ کچھ وجوہات ہم کنٹرول کر سکتے ہیں جبکہ کچھ ہم کنٹرول نہیں کر سکتے۔

سوال: مواقع ملنے کی وجوہات کم کی جا سکتی ہیں۔ حدیث میں ہے کہ ایک غیر محرم مرد اور ایک غیر محرم عورت تنہا ہوں تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ ایسی کوئی صورت پیدا ہی نہ ہو جہاں آگ اور تیل قریب آئیں؟

پروفیسر طلحہ علی: میرے خیال میں اب ہم جہاں پہنچ چکے ہیں' وہاں یہ سب بہت مشکل ہے۔

ایوب بیگ مرزا: اسلام میں پردے کا حکم ہے۔ ہماری این جی اوز' ایلیٹ کلاس اور بعض ادارے پردے کے خلاف طوفان اُٹھاتے ہیں۔ بے حیائی کی طرف پہلا قدم بے پردگی کی وجہ سے اٹھتا ہے۔ یقینی طور پر ایک بے پردہ عورت بھی بڑی باحیا ہو سکتی ہے' لیکن ہمیں زمینی حقائق کو دیکھنا ہے۔ جب ایک بے پردہ عورت گھر سے نکلتی ہے تو اس کا حسن و جمال کسی لڑکے کے اندر طوفان پیدا کر دیتا ہے۔ وہ لڑکی نیک نیت ہو سکتی ہے لیکن اس کی بے پردگی نے لڑکے کے اندر جو ہیجان پیدا کر دیا' اگر اس کے نتیجے میں لڑکا کوئی حرکت کر بیٹھتا ہے تو اس کا ذمہ دار صرف وہ لڑکا نہیں ہوگا بلکہ وہ لڑکی بھی ہوگی۔

سوال: اخبار میں کالجوں اور یونیورسٹیوں کے جو اشتہارات آتے ہیں' ان میں لڑکیوں کی فوٹو لگی ہوتی ہے کہ یہاں داخلہ لیجیے' یہ ماحول ہے۔ ایسی بچیوں کے والدین کو سوچنا چاہیے۔ دین کی قائم کی ہوئی حد برقرار رہنی چاہیے؟

> **یہ تجزیہ کرنا ہوگا کہ تربیت اور تعلیم کے وہ کون سے مسائل ہیں جن کے باعث بچے نے ایسا کیا!**

پروفیسر طلحہ علی: اب ہمیں اپنے آپ کو گلوبل ولیج کے تناظر میں دیکھنا پڑے گا۔ میں پھر اسی پوائنٹ پر آؤں گا کہ سب سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ بچوں کو گلوبل onslaught کے لیے تیار کیا جائے۔ اس پر کافی کتابیں بھی موجود ہیں۔ برٹرینڈ رسل نے کہا تھا کہ پروپیگنڈا کے دو ٹولز ہیں: میڈیا اور ایجوکیشن۔ تعلیم ایسی ہونی چاہیے کہ انسان کو آخرت اور دنیا دونوں کا پتا ہو۔ وہ دنیا میں بھی رہنے کے قابل ہو' پروفیشنل ہو' and yet دینی انسان بھی ہو۔ ویسٹ تعلیم کو ایسے نہیں دیکھتا۔ وہ اسے پروپیگنڈا ٹول کے طور پر دیکھتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اگر بچے ورکرز بنیں گے تو ان کو skilled ہونا چاہیے' ان میں ویلیوز اور morality کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں ان میں کوئی اخلاقی معیار مطلوب نہیں ہوتا بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ یہ زیادہ

سے زیادہ حیوانوں کی طرح ہو جائیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ بچوں کو جلدی بڑا کریں اور ان کو اس طرح کا ایکسپوژر دیں کہ وہ ہر چیز کے پوٹینشل کلائنٹس بن سکیں۔

سوال: وجوہات کے حوالے سے ایک تو مخلوط تعلیم کا معاملہ آیا۔ ایک وجہ میڈیا اور کیبل بھی تو ہے؟

ایوب بیگ مرزا: طلحہ صاحب نے بڑی صحیح بات کی کہ معاملہ گلوبل سطح پر اس طرح کا ہو گیا ہے کہ اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔ یہاں میں اس کو تھوڑا سا سیاسی touch دینا چاہوں گا۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ گلوبل قوتوں کا سب سے بڑا ٹارگٹ کون ہے۔ یہ اسلامی ممالک ہیں۔ اسلام میں حیا اور پردے کا معاملہ ہے۔ سماجی سطح پر مسلمان ممالک باقی دنیا سے کچھ بہتر نظر آتے ہیں۔ جو مناظر یورپ کی سڑکوں اور سمندروں کے ساحل پر نظر آتے ہیں' یہاں نظر نہیں آئیں گے۔ ہمارے ہاں میڈیا نے ہی باہر کی چیزیں دکھائی ہیں۔ بہرحال' مسلمان ممالک میں سے بھی خاص طور پر پاکستان ٹارگٹ ہے کیونکہ سیاسی اور عسکری لحاظ سے باقی 56 ممالک کی کوئی خاص حیثیت نہیں ہے۔ چنانچہ پاکستان کو معاشرتی حوالے سے تباہ کرنا' اس کی ویلیوز کو ختم کرنا دراصل اسے کمزور کرنے ہی کی ایک کوشش ہے۔

سوال: اس معاملے میں کیبل کتنا قصوروار ہے؟

پروفیسر طلحہ علی: ہر چیز ہی اہم ہے جو بھی بچہ دیکھ رہا ہے۔ باہر کے چینلز کی دیکھا دیکھی ہمارے بھی کچھ چینلز بولڈ ہوتے جا رہے ہیں۔

سوال: کیا کیبل دیکھنا ضروری ہے؟

پروفیسر طلحہ علی: ضروری تو ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں ہے' لیکن یہ زمانہ الگ ضرور ہے۔ اب بچوں کی پہنچ میں سب کچھ ہے جس میں میڈیا' ویڈیو گیمز' PS-4 اور مائیکروسوفٹ کا گیم سٹیشن بھی شامل ہیں۔ ہمارے یہاں عمر کے حوالے سے ریٹنگ کا کوئی concept ہی نہیں ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا کہ کس عمر کے بچے کو کیا دے رہے ہیں۔ امریکہ میں تو 21 سال سے کم عمر شخص کی میوزک کلب میں انٹری نہیں ہو سکتی۔ یہاں بچے جو مرضی کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ گلوبل سطح پر جو معاملہ ہو رہا ہے' اس سے فیملی بریک ڈاؤن کرتی ہے۔ انہوں نے اکنامک فورسز اس طرح ڈیزائن کی ہوئی ہیں کہ ماں باپ دونوں کام کر کے بھی آرام سے گزارہ نہیں کر سکتے۔ جب زیادہ کام کیا جائے تو نہ کھانے کے وقت کا پتا ہے' نہ آنے جانے کے وقت کا پتا ہے۔ بچے اپنے الیکٹرانک gadgets میں مصروف رہتے ہیں۔ سسٹم ہی ایسا create کر دیا گیا ہے۔

سوال: کیبل کو unplug کرنا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ نیوز کے لیے اور سورسز بھی ہیں۔ ''کوایجوکیشن'' سکول میں داخل نہ کروانا ہمارے اختیار میں ہے۔ اپنی اولاد کو کوئی ایسا موقع نہ دینا کہ جس میں وہ جنس مخالف کے ساتھ انٹرایکٹ کریں' یہ ابھی بھی ہمارے اختیار میں ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہونا ہے۔ کیا ہمیں ان چیزوں کو خود اپنے ہاں سے ختم نہیں کر دینا چاہیے؟

> **اسلامی ممالک خصوصاً پاکستان کو سماجی لحاظ سے کمزور کرنا گلوبل قوتوں کا ٹارگٹ ہے۔**

ایوب بیگ مرزا: آئیڈیلی تو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ یہ کام ناممکن تو نہیں لیکن اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں سیکس کی attraction کے حوالے سے خبردار کیا ہے تاکہ ہمیں سبق یاد رہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ رات کو اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ کسی جگہ سے آ رہے تھے۔ آپ ﷺ اپنے حجرے کے پاس پہنچے تو وہاں ایک صحابی کو گزرتا دیکھا۔ آپ ﷺ نے وہاں رک کر ان صحابی کا نام لے کر آواز دی اور کہا کہ دیکھو یہ میں ہوں اور یہ میری اہلیہ ہیں۔ صحابی نے حیرت کا اظہار کیا' اس لیے کہ آپ جیسی برگزیدہ ہستی کو مجھے یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ واقعہ کیا ظاہر کرتا ہے! برٹرینڈ رسل کہتا ہے کہ انسان روٹی سے زیادہ جنسی خواہش کی تکمیل چاہتا ہے۔ یہ اتنا زور آور جذبہ ہے! ایک سکول کی ہیڈ مسٹریس نے جن کے ہاں ''کوایجوکیشن'' صرف پرائمری کی سطح تک ہے' بتایا کہ میرا تجربہ یہ کہتا ہے کہ اسے پرائمری تک بھی نہیں ہونا چاہیے۔

آصف حمید: بے حیائی ہوا میں جراثیم کی طرح نہیں پھیلی ہوئی' ہم اس کو کیبل کی شکل میں خود گھر میں لے کر آتے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم اس ماحول میں دینی اقدار لا کر اجاگر کر دیں۔ یہ ایک پیکج ہے۔ یہ سمجھنا کہ ماحول تو یہی رہے' اس کے ساتھ ''کوایجوکیشن'' اور کیبل وغیرہ سب کچھ ہو لیکن اس میں دینی اقدار اجاگر ہو جائیں' ایسا ناممکن ہے۔

آصف حمید: بنیادی طور پر گھر سے شروع کرنا پڑے گا۔ گھر کے ماحول کو پاکیزہ بنانا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: یہ بنیادی بات ہے لیکن بچے کو گھر میں قید کر کے نہیں رکھا جا سکتا۔ وہ جن سڑکوں پہ چل کے سکول جاتا ہے' وہاں کیا کچھ نہیں ہوتا! لہٰذا کچھ چیزوں میں آپ کا اختیار ہے' کچھ میں نہیں ہے۔ وہ اختیار اسی وقت آئے گا کہ جب اسلام کے نظام کو بحیثیت مجموعی نافذ کیا جائے۔ پھر دینی اقدار خود بخود اُجاگر ہوں گی۔ گلوبل ایجنڈے کا مقابلہ کرنے کی قوت بھی پیدا ہوگی۔

پروفیسر طلحہ علی: سائنسی تجربات سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بچے کے لیے پہلے دس سال بہت ہی زیادہ اہم ہیں۔ اس دوران بچے کو جو کچھ بتا دیا جائے' وہ اس کی شخصیت کا حصہ رہے گا۔ بعد کے سال تربیت کے ہیں۔ جس طرح چاہیں' ان کی تربیت ہو جائے گی۔ بیگ صاحب نے کہا کہ جب تک پورا پیکج نافذ نہیں ہوتا' بات بہت مشکل ہو جائے گی۔ اگر بچوں کو بالکل isolate کر دیں تو پھر لندن والا حل ہوتا ہے کہ چونکہ ماحول کچھ اور ہے اس لیے بیٹی گھر سے تو حجاب اور برقع پہن کے نکلی لیکن باہر جا کر اس نے وہ اُتار دیا اور اپنے دوستوں میں چلی گئی۔ سب سے اچھی بات تو یہی ہے کہ اوور آل نظام بہتر ہو جائے۔

آصف حمید: آخر میں ہم یہ دعا کرتے ہیں' اور یہ دعا سب کو کرنی چاہیے:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝﴾ (الفرقان:74)

''پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے دل کا چین اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔''

اس پروگرام کی ویڈیو www.tanzeem.org پر ''خلافت فورم'' کے عنوان سے دیکھی جا سکتی ہے۔

ادارہ ''ندائے خلافت'' کی جانب سے قارئین کو

عیدالاضحیٰ مبارک ہو!

قارئین نوٹ فرما لیں کہ تعطیلات کی وجہ سے ادارہ کے دفاتر بند رہیں گے۔ بنابریں ''ندائے خلافت'' کا اگلا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

جنرل حمید گل کا نرم انقلاب

ڈاکٹر ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

جنرل حمید گل دنیا سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس دنیا میں جو بھی آیا ہے، اس کی واپسی یقینی ہے۔ **کل من علیھا فان** o صرف ایک ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ قائم و دائم رہے گی اور وہ اللہ جل شانہ کی ذات بابرکات ہے۔ **ویبقی وجہ ربك ذوالجلال والاکرام** o

جنرل حمید گل پر اپنی اپنی افتادِ طبع کے مطابق لوگوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ ایک بات زیادہ تر لکھنے والوں میں مشترک نظر آئی، وہ یہ کہ سب ہی نے ان کے بارے میں مثبت اور نیک جذبات کا اظہار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس نیک نامی کو ان کے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے۔ اصل کامیابی تو آخرت ہی کی ہے۔ جو وہاں سرخرو ہوا وہ جیت گیا اور جو وہاں ناکام ہوا وہ دنیا میں چاہے کتنا ہی کامیاب گردانا جاتا ہو وہ ہمیشہ کی ناکامی سے دوچار ہوگا۔ **اعاذنا اللہ من ذالك**۔

جنرل حمید گل کی واضح نظریاتی اور اسلامی شناخت کا بہت سے لوگوں نے اعتراف کیا۔ تقریباً سب ہی لوگوں نے ان کی حب الوطنی کو بھی خراج تحسین پیش کیا، خاص طور پر افغان جہاد کے حوالے سے ان کے کردار کی تعریف کی گئی۔ البتہ ملکی معاملات میں ان کے کردار سے وہ لوگ خوش نہیں تھے جو پاکستان کو لادینی ریاست (Secular State) دیکھنا چاہتے ہیں۔

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کے دوسرے دور حکومت کے بالکل آغاز میں ایک دستوری ترمیم کا خاکہ ان کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ پیش کیا گیا تھا کہ وہ اپنے بھاری مینڈیٹ کو استعمال کرتے ہوئے اسے پارلیمنٹ سے منظور کروائیں تاکہ دستور میں پائے جانے والے تضادات کا ازالہ ہو سکے۔ یادش بخیر! اس وقت میاں محمد شریف صاحب ابھی بقیدِ حیات تھے اور ایک روایت کے مطابق انہوں نے اپنے فرزندوں (میاں نواز شریف، شہباز شریف اور عباس شریف) کو حکم دیا تھا کہ وہ اس دستوری ترمیم کو جلد از جلد عملی جامہ پہنائیں۔ کہا جاتا ہے میاں برادران اپنے والد کے نہایت فرماں بردار تھے اور توقع تھی کہ وہ اپنے والد کے حکم پر عمل کر کے پروردگار عالم کی خوشنودی حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو جاتے مگر یہ سنہری موقع گنوا دیا گیا اور فوری سزا اللہ نے یہ دی کہ اپنے مقرر کردہ سپہ سالار نے ہی ان کو نہ صرف یہ کہ بھاری مینڈیٹ سمیت ایوان اقتدار سے رخصت کیا بلکہ رسوا کر کے ملک بدر کر دیا۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار**۔

جنرل حمید گل نے متذکرہ بالا دستوری ترمیم کے حوالے سے کہا تھا کہ اگر اس پر عمل ہو جائے تو پاکستان میں نرم انقلاب آ سکتا ہے۔ ان کی نرم انقلاب (Soft Revolution) کی اصطلاح کی بہت سے داعیان دین نے حمایت کی۔ گویا وہ اندرون ملک نرم انقلاب کے داعی تھے۔ فوجی جنرل کی زبان سے نرم انقلاب کی بات کچھ زیادہ سجتی نہیں تھی مگر پھر بھی اسلامی انقلاب کے داعیوں کی طرف سے اس کی ستائش کی گئی۔ وہ موجودہ پارلیمانی جمہوریت سے خیر کی توقع نہیں رکھتے تھے۔ اسی لیے دینی سیاسی جماعتوں کے کردار سے مطمئن نہیں تھے۔ غالباً ان کی یہ سوچ اسلامی جمہوری اتحاد (IJI) کی تشکیل کے بعد کی ہے۔ چنانچہ وہ ملک کی ایک بڑی مؤثر دینی سیاسی جماعت کو یہ مشورہ دے چکے تھے کہ انتخابی سیاست کو چھوڑ کر انقلابی طریقہ اختیار کرو۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے عبداللہ گل نے بھی سرگودھا میں اسلامی جمعیت طلبہ کے زیر اہتمام منعقدہ ''استحکام پاکستان کانفرنس'' میں واضح الفاظ میں ان کا یہ پیغام پہنچایا ہے کہ انتخابی سیاست سے باہر آ جاؤ اور جمہوری راستے سے اسلامی نظام کے قیام کی توقع نہ رکھو۔

ہم یہاں عبداللہ گل سے درخواست کریں گے کہ وہ اپنے والد مرحوم کے اس مشن کو آگے بڑھائیں۔ ماشاءاللہ وہ اپنے والد کے موقف کی حمایت کرتے ہیں کہ جمہوری طریقے سے اس ملک میں اسلام نہیں آ سکتا، تو اب یہ ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نقطہ نظر کو شدومد سے پیش کریں کیونکہ وہ ایک بڑے باپ کے بیٹے ہیں اور ان کی یہ بات ان شاءاللہ سنی جائے گی۔ جنرل مرحوم کی پورے ملک میں ایک ساکھ ہے اور ان کے اس موقف سے اتفاق کرنے والے عبداللہ گل کی حمایت کریں گے۔

آخر میں ہم عبداللہ گل سے یہ بھی گزارش کریں گے کہ وہ منہج انقلاب نبوی ﷺ کا ضرور مطالعہ کریں۔ یہی ایک راستہ ہے کہ جس سے اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ و قیام کی منزل سر کی جا سکتی ہے۔ بقول امام مالک رحمہ اللہ: ''اس امت کے آخری حصے کی اصلاح نہیں ہو سکتی مگر اسی طریقے سے کہ جس سے پہلے حصے کی اصلاح ہوئی تھی''۔ اور وہ طریقہ یہ تھا کہ قرآن حکیم کے اصلی و حقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں۔ جو لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہیں، انہیں ایمان و اعمال کے ذریعے تربیت سے گزارا جائے اور ایک ایسی جماعت بنایا جائے جو پہلے اپنے دائرۂ اختیار میں دین کے احکام پر عمل پیرا ہوں اور اسی کی دعوت دوسروں کو دیں۔ اور جب اللہ ان کو مناسب طاقت عطا فرمائیں، تو دین کے احکام کو اجتماعی زندگی میں جاری کرنے کی جدوجہد کریں۔ اس جدوجہد کا ہدف وہ منکرات ہوں جن کو ہر کوئی منکر کہتا ہے۔ سود تمام مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔ مخلوط معاشرت تمام مسالک کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔ بے حیائی، فحاشی و عریانی کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح جوا، سٹہ، شراب نوشی اور منشیات کا کاروبار کسی مکتبہ فکر کے ہاں جائز نہیں۔ الغرض انسانی فطرت سے جو چیز متصادم ہو اس کو ختم کرنے کی سعی ان شاءاللہ اسلامی نظام کے نفاذ کی راہیں ہموار کرنے میں فیصلہ کن کردار ادا کرے گی۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے، کامیابی کا دارومدار اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔

☆☆☆

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

حلقہ خیبر پختونخوا (جنوبی) کا سہ ماہی اجتماع

یہ اجتماع بعنوان ''فہم دین'' 23 اگست صبح 8 بجے مرکز حلقہ سے ملحق مسجد میں منعقد ہوا اور نمازِ عصر سے چند منٹ قبل اختتام پزیر ہوا۔ اجتماع کا آغاز محترم خورشید انجم کے افتتاحی کلمات سے ہوا۔ انہوں نے مرکزی مضمون کا تعارف کروایا تاکہ دین کا ہمہ گیر تصور اور دینی فرائض کا جامع تصور سامنے آجائے اس کے لیے منہج اور طریقہ کار بھی مستحضر ہو جائے۔ انہوں نے انتظامی امور کو سپروائز کرنے والی ٹیم اور موضوعات کا انتخاب اور مقررین سے رابطے اور دوسرے متعلقہ امور سرانجام دینے والی ٹیم کا شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد محترم ابرہیم فتح کا ''اخلاص نیت'' کے موضوع پر درس قرآن تھا مگر طبیعت کے ناسازی کے سبب وہ شریک نہ ہو سکے، لہٰذا درس قرآن کی سعادت کی یہ ذمہ داری بھی جناب خورشید انجم نے ادا کی۔ اُنہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ اعمال صالحہ کے انبار لے کر اللہ کے حضور حاضر ہوں گے مگر وہ جہنم میں جھونک دیے جائیں گے کیونکہ ان کے اعمال کے پیچھے اللہ کی رضا کی بجائے ذاتی اغراض پوشیدہ ہوں گی۔ انہوں نے تمام رفقاء پر زور دیا کہ وہ روزانہ اپنے افعال کا احتساب کریں اور اپنے گریباں میں جھانک کر جائزہ لیں کہ میرے اعمال صالحہ کے پیچھے کیا محرکات تھے! اگلا بیان اِنجینئر طارق خورشید نے ''دین اور مذہب کا فرق'' کے موضوع پر دیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اسلام مذہب نہیں بلکہ دین ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے حوالے سے مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس کے بعد محترم حافظ محمد مقصود نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو کی۔ وائٹ بورڈ کی مدد سے سہ منزلہ عمارت کو تفصیل سے واضح کیا۔

چائے کے وقفے کے بعد انجینئر نوید احمدؒ کی دینی اور علمی خدمات کے حوالے سے ویڈیو دکھائی گئی جس کو رفقاء اور احباب نے بے حد پسند کیا۔ ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' کے موضوع پر محترم قاضی فضل حکیم نے ملٹی میڈیا پروجیکٹر کی مدد سے خطاب کیا۔ ان کا خطاب دو حصوں میں تقسیم کیا گیا اور درمیان میں نمازِ ظہر اور ظہرانے کا وقفہ کیا گیا۔ انھوں نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کے مختلف مراحل کو بیان کیا اور ماضی قریب و بعید کی مختلف تحاریک کا اِس سے موازنہ کیا۔ ''تنظیم اسلامی اور ہم عصر دینی جماعتیں: ایک تقابلی جائزہ'' کے موضوع پر محترم ضمیر اختر نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی واحد اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے جو مسلکی، فروعی اور جمہوری اوصاف سے پاک اور بالاتر ہے۔ اس کے بعد تمام مقررین کے ساتھ سوال و جواب کی نشست کا اہتمام کیا گیا۔ کچھ رفقاء اور احباب نے آج کے بیان شدہ موضوعات کے حوالے سے اپنے اشکالات پیش کیے جن کے جوابات متعلقہ مقررین نے احسن طریقے سے دیئے۔

آخر میں ''قرار دادِ تاسیس'' کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے ویڈیو خطاب کا ابتدائی حصہ پیش کیا گیا۔ محترم خورشید انجم نے اختتامی خطاب میں سہ ماہی اجتماع کے کامیاب انعقاد پر ذاتِ باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ دعائیہ کلمات کے ساتھ یہ مبارک اجتماع ختم ہوا۔ (رپورٹ: محمد جبران)

حلقہ کراچی جنوبی کا دعوتی کیمپ

حلقہ کراچی جنوبی کی گیارہ تناظیم کو امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے توسیع دعوت کے ضمن میں دعوتی کیمپ کی ذمہ داری تفویض فرمائی۔ ملیر تنظیم نے میزبانی کی خواہش ظاہر کی جسے قبول کیا گیا۔ یہ کیمپ ملیر تنظیم کے نئے مرکز میں منعقد کیا گیا تھا۔

14 اگست بوقت تین بجے میزبان تنظیم کے رفقاء جلسہ گاہ میں جمع ہوئے۔ چند رفقاء نے جلسہ گاہ کی طرف آنے والی روڈ پر ریلی کی صورت میں کھڑے ہو کر پلے کارڈز کی مدد سے پروگرام کی تشہیر کی۔ بقیہ تناظیم کے رفقاء جن کو شام 4 بجے بلایا گیا تھا، جمع ہوئے۔ مقامی امیر جناب راشد حسین شاہ نے دعوتی آداب بیان کیے اور دعوتی ٹیمیں تشکیل دی جبکہ میزبانی کی ذمہ داری ناظمِ مرکز ڈاکٹر سید سعد اللہ نے انجام دی۔ دعوتی ملاقاتوں کا سلسلہ 5 بجے سے اذان مغرب تک جاری رہا، جس کے لیے 10 ٹیمیں تشکیل دی گئیں۔ ہر ٹیم میں پانچ رفقاء پر ایک امیر مقرر کیا گیا اور رہبر کے ساتھ ٹیمیں روانہ ہوئیں۔

پروگرام کا باقاعدہ آغاز بعد نماز مغرب تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا جس کی سعادت حافظ اسمٰعیل بن الیاس نے حاصل کی۔ جناب انجینئر نعمان اختر نے ''پاکستان کی سلامتی اور ہماری ذمہ داری'' کے موضوع پر جامع خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ مملکت پاکستان ایک عطیہ خداوندی ہے جو اللہ نے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو عطا کیا۔ یہ وہ واحد ملک ہے جس کے قیام کی بنیاد ہی اسلام ہے۔ انہوں نے علامہ محمد اقبال اور قائداعظم کی تقریروں سے چند اقتباسات کا حوالہ بھی دیا جن سے واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ بانی پاکستان اور مصور پاکستان دونوں کی یہ بڑی شدید خواہش تھی کہ پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے۔ آخر میں انہوں نے پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کے لیے تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف بھی پیش کیا اور موضوع کی مناسبت سے کتابوں اور DVDs کا حوالہ بھی دیا جسے کثیر تعداد میں رفقاء واحباب نے حاصل کیا۔ اس اجتماع میں 150 رفقاء واحباب نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی اس سعی و جہد اور انفاق کو اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے۔ (رپورٹ: نوید شکیل)

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی۔ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ اکتوبر 2015ء
ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ

مشمولات

☆ استحکامِ پاکستان کی واحد بنیاد — حافظ عاکف سعید
☆ امر بالمعروف و نہی عن المنکر (مطالعۂ حدیث) — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ قرآن کریم کی اصولی باتیں — ڈاکٹر عمر بن عبداللہ المقبل
☆ کیا ابلیس فرشتوں میں سے تھا؟ — پروفیسر خورشید عالم
☆ ''بیان القرآن'' آسمانِ تفاسیر کا درخشندہ ستارہ — ندر حیات خان
☆ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور ان کے رفقاء کے قرآنی احوال اور مبشرات — ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
☆ فطرت کے باغی: معاشرتی بگاڑ کا اصل سبب — رفیق چودھری

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

”قرآن اکیڈمی، یاسین آباد، کراچی“ میں

10 تا 16 اکتوبر 2015ء

(ہفتہ نماز عصر تا جمعۃ المبارک نماز جمعہ)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ عبادتِ رب ☆ شہادت علی الناس

☆ اقامت دین ☆ اسلام کا انقلابی منشور

برائے رابطہ: 0345-2789591، 021-34816580-81

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

”قرآن اکیڈمی، یاسین آباد، کراچی“ میں

16 تا 18 اکتوبر 2015ء (جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

نقباء تربیتی کورس

(نئے و متوقع نقباء کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0345-2789591، 021-34816580-81

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: (042)36316638-36366638

دعائے صحت

☆ قرآن اکیڈمی لاہور کے شعبہ خط و کتابت کے کارکن امجد علی روڈ ایکسیڈنٹ میں زخمی ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

بقیہ: حج کے بعد گناہوں سے بچنے کا اہتمام کریں

اور اگر پھر بھی کچھ گناہ ہوئے تو فوراً توبہ و استغفار کی توفیق ہو جائے گی اور جب توبہ و استغفار کی توفیق ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ والوں اور نیک لوگوں کے ساتھ جڑو اور ایسے لوگوں سے دوستیاں پیدا کرو جو نیک ہوں جبکہ جو لوگ خدا اور آخرت سے بے فکر ہیں ان سے دوستی نہ بڑھاؤ۔ اپنی دوستی ان لوگوں سے بڑھاؤ جن کے پاس رہ کر تمہارے دل میں دین پر عمل کرنے کے جذبات پیدا ہوں۔

اللہ والوں سے جڑنے کا ایک راستہ اور بھی ہے کہ ان کی کتابیں مطالعہ کے لیے اپنے پاس رکھیں (آپ جس زبان میں پڑھ سکتے ہیں اس زبان میں ان کی کتابیں آپ کے پاس ہونی چاہئیں) کیونکہ ہر وقت کوئی بزرگ آپ کو میسر نہیں ہوگا کہ آپ اس کے پاس رہ سکیں تو فارغ اوقات میں ان کی کتابوں کا خود بھی مطالعہ کریں اور اپنے بچوں اور گھر والوں کو بھی مطالعہ کروائیں۔ اس طریقے سے بھی بزرگوں کے ساتھ تعلق مزید مستحکم ہوگا!

جو حضرات حج کر کے آئے ہیں ان کے لیے تو یہ بطور خاص ایک بات تھی لیکن یہ بات صرف حج کر کے آنے والوں کے لیے نہیں بلکہ سب مسلمانوں کے لیے عام ہے کہ گناہوں سے بچیں اور اللہ والوں کی صحبت اختیار کریں۔

ضرورت رشتہ

☆ انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور کے پروفیسر، عمر 46 سال، ہمراہ تین بڑے بچے، کو دوسری شادی (پہلی بیوی سے علیحدگی) کے لیے دین دار، باپردہ، صوم و صلوٰۃ کی پابند، پڑھی لکھی، مختصر فیملی (ترجیحاً لاہور/ جھنگ کی رہائشی) بے اولاد خاتون، عمر 35 تا 40 سال کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0305-4770349

☆ ملتان کی رہائشی راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 36 سال، تعلیم ایم اے، بی ایڈ کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 0336-7365321

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کی تنظیم ممتاز آباد کے رفیق محمد اختر بھٹہ کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد اسرہ ڈیرہ اسماعیل خان کے رفیق ابو عبد الرحمٰن کے نانا وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب شمالی کی تنظیم صادق آباد کے ملتزم رفیق جناب عبد الحکیم کی والدہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ پنجاب شمالی کی تنظیم پنڈی گھیب کے ملتزم رفیق جناب سرفراز اور مبتدی رفیق امتیاز احمد کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم پشاور صدر کے رفیق جناب نعیم اختر وفات پا گئے۔

☆ حلقہ پنجاب شمالی کی تنظیم واہ کینٹ کے ملتزم رفیق جناب خالد محمود کی ہمشیرہ انتقال کر گئیں۔

☆ حلقہ پنجاب شمالی کی تنظیم چکلالہ کے ملتزم رفیق جناب محمد احمد کے والد محترم وفات پا گئے۔

☆ حلقہ لاہور شرقی کی تنظیم چھاؤنی کے رفیق جاوید اختر کے بڑے بھائی وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین)

قارئین سے بھی مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَادْخِلْهُمْ فِي رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَسِيرًا

Hajj – The Spiritual Climax

(Excerpt from "Islam and the Pillars of Faith" published in Islam and Contemporary Society.)

Belief in the Oneness of Allah *(SWT)* is the most fundamental principle of Islam; Prayer regulates the believer's relationship with Allah *(SWT)*; Zakah controls his relations with society; fasting exercises and strengthens his will: ***the Hajj*** offers Muslims, as one nation, the opportunity to exercise the high principles, values and objectives upon which Islam bases the shaping of the individual and the nation. It is the climax of the individual's spiritual life and an embodiment of the unity of the nation which is based on a brotherhood in the faith that towers above narrow considerations or race, nationality, color or tongue. In this light we can see the following functions of the Hajj which complement the functions of the other pillars of Islam:

(a) A psychological and spiritual function: The Hajj is an exercise of the will of the believer at its height, where he rises above day-to-day preoccupations and casts off what men ordinarily cherish. Thus we can understand the deep symbolic meaning of the clothes he wears during ihram (the state of consecration). They symbolize his inner state which makes him leave behind his family, home, wealth, position and everything dear to him. With his free choice he leaves the good things that were lawful to him and enters a spiritual haram (sanctuary) which he sets up within himself before he enters with his body into the haram in Makkah. The stations at which pilgrims must stop to enter the state of ihram serve to remind them of the inner renunciation of worldly preoccupations so that their pilgrimage may produce its desired effect.

(b) A moral, behavioral function: The stations of the Hajj are entrances through which pilgrims pass coming from every distant quarter, repairing to the sacred House, whither the message of Truth was imparted to Muhammad *(SAW)*. In this blessed land the Muslims meet to live a spiritual life on a special level, enacting a rite that exposes the exalted value of Islam and where equality, brother-hood and unity among the faithful is embodied, where response to the call of Allah *(SWT)* comes before that to any other call: "And proclaim among men the pilgrimage: they shall come to you on foot and upon every lean beast; they shall come from every deep ravine." *(Quran 22:27)* The Hajj is a unique gathering that gives the pilgrims an experience unavailable to them at home in their usual life. In Hajj there is an exercise of strict self-discipline and control where sacred things are revered and the life of even plants and birds is made inviolable and everything lives in safety: "And he that venerates the sacred things of Allah *(SWT)*, it shall be better for him with his Lord ..." *(Quran 22:30)*; "And he that venerates the Symbols of Allah *(SWT)*, it surely is from devotion of the heart" *(Quran 22:32)*; "And when We made the House (at Makkah) a resort for men and a sanctuary..." *(Quran 2:125)*

(c) The Hajj is a rigorous training in self-control: "Hajj is [during] well-known months, so whoever has made Hajj obligatory upon himself therein [by entering the state of ihram], there is [to be for him] no sexual relations and no disobedience and no disputing during Hajj. And whatever good you do - Allah knows it. And take provisions, but indeed, the best provision is fear of Allah. And fear Me, O you of understanding." *(Quran 2:197)* "Take provision" indicates that the effects of this experience should extend to the conduct of the Muslim in his normal life afterwards, and that he should live and conduct himself by the values that manifest piety, "the best provision".

(d) A social function: this has many aspects and dimensions in the life of Muslims as a nation. The Quran points to this function in the Hajj verse

cited above: "And proclaim among men the pilgrimage: they shall come from every deep ravine; they shall come to witness things of benefit to them and mention the Name of Allah."
"To witness things of benefit to them" is a general expression that covers benefits to individuals and groups in the religious and worldly spheres. The fact that it is placed in the verse before mentioning Allah *(SWT)*'s Name (which is the foremost objective in the devotional act of Hajj) is intended (I think, but Allah *(SWT)* knows best) to dispel any thought that acquiring benefit from trade, for instance, necessarily contradicts the spirit of the Hajj. What we deduce from this verse was explicitly stated elsewhere in the Quran: "It is no sin for you to seek the bounty of your Lord..." *(Quran 2:198)*. The expression, "seeking His bounty" covers, in other usages, benefits from trading, as in "...and others travel in the land in search of the bounty of Allah..." *(Quran 73:20)*. The only condition is that such worldly benefits remain a secondary objective and not a diversion of the spiritual meaning of the Hajj. The desired balance is maintained in the verse by using the concessionary expression, "It is no sin for you..."
In all events, the "benefits" the pilgrims could derive from the experience of the Hajj, for themselves, their countries, and the Muslim nation as a whole could, with good planning and guarantees for effectiveness and continuity, bring about enormous changes in the life of Muslims of which they are in dire need. The benefits are numerous, perennial and capable of increase from age to age and of taking various forms to suit different individuals, groups or countries. We understand this in the Arabic expression from the use of the indefinite plural in the word, "benefits". Within the limited scope of this paper I will give one example of the benefits Muslims could derive from the Hajj, properly understood.
The Hajj gives an opportunity to all Muslims from all groups, classes, organizations, systems and governments from all over the Muslim world to meet annually in a great congress. The time and venue of this congress has been set by their One Allah *(SWT)*. Invitation to attend is open to every Muslim. No-one has the power to bar anyone. Any such attempt would amount to the crime of debarring Muslims from the House of Allah *(SWT)* which He has made "a resort for men and a sanctuary". Every Muslim who attends is guaranteed full safety and freedom as long as he himself does not violate its safety: "Whoever enters it is safe." *(Quran 3:97)* Such a congress is a miniature of the Muslim nation and offers an unique opportunity for discussion of all Muslims' problems and issues whether related to the system of government, economics, culture, education, military and defense matters, industry, trade or commerce and the condition of Muslims in every part of the Muslim world. Such discussion could take place on the level of the layman, or at specialist level, in the Hajj atmosphere of detachment, inspired by the sense of unity instead of self-seeking individualism, and enriched by a multiplicity of ideas and experience. It could also take place on the level of Muslim decision-makers and rulers whom the Hajj calls from the towers of authority to mingle together and with ordinary Muslims in complete equality before their One Lord. What a tremendous assembly that should be, and what great "benefits" the Muslim could derive from it!
We do not, in fact, go too far when we ask for the unity of the Muslims to be the first issue to which all efforts should be directed during the Hajj season: the efforts of rulers, politicians, economists, thinkers, jurists and all efforts of the media. Let the unity of the Muslim Ummah and work for it be "the provisions" Muslims take from the Hajj when they make for the House of Allah *(SWT)* from every corner in their lands, and let this unity be their starting and finishing point when they seek the "benefits" to which Allah *(SWT)* has invited them on the Hajj. If this happens (and we pray to Allah *(SWT)* to open the Muslims' hearts, eyes and ears to it) it would restore to the Hajj its foremost function, and realize the message of this devotional act which, alas, appears nowadays to be devoid of it: yet "Allah *(SWT)* prevails in His purpose, but most men do not know it." *(Quran 12:21)*
Source: ***IslamiCity***